کیا

حضرت مسیح ناصری علیہ السلام

زندہ ہیں؟

وفاتِ مسیحؑ کے متعلق ملکِ ہند و بلادِ عربیہ عرب، مصر اور شام وغیرہ کے مشہور و کبار محققین علماء و فضلاء کی طرف سے اعترافِ حقیقت و فتاویٰ و آراء

مرتبہ

محمد ابراہیم قادیانی نائب ناظرِ دعوت و تبلیغ

شائع کردہ

نظارت دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان (پنجاب)

ایڈیشن دوم

ناشر ——————— ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

مطبع ——————— جے ہند پرنٹنگ پریس جالندھر

تعدادِ طبع ——————— پانچ ہزار (۵۰۰۰)

تاریخِ طبع ——————— مارچ ۱۹۷۵ء

کیا

حضرت مسیح ناصری علیہ السّلام

زندہ ہیں؟

وفاتِ مسیح کے متعلق ملکِ ہند و بلادِ عربیہ عرب مصر اور شام وغیرہ کے

مشہور و کبار محققین علماء و فضلاء کی طرف سے اعترافِ حقیقت و فتاویٰ

و آراء

مُرتّبہ

محمد ابراہیم قادیانی نائب ناظر دعوت و تبلیغ

شائع کردہ

نظارت دعوۃ و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ قادیان

تعداد پانچ ہزار بار دوم ۱۹۷۵ء

وفاتِ مسیح ناصری کے متعلق

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام
کا

مبنی بر حقیقت حلفیہ اعلان

ابنِ مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اُس کو فرقاں سربسر
اُس کے مرجانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے
کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں!
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں
عہد شد از کردگارِ بے چگوں
غور کُن در اِنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْن
اے عزیزو! سوچ کر دیکھو ذرا
موت سے بچتا کوئی دیکھا بھلا؟

(ازالہ اوہام حصّہ دوم صفحہ ۷۶۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۱ء)

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

اسلام کی خستہ حالت و زوال اور ضرورت زمانہ

گزشتہ انیسویں صدی میں اسلام عموماً ساری دنیا میں اور خصوصاً سرزمین ہند میں اپنی سیاسی طاقت کھو چکنے کے بعد مذہبی لحاظ سے گر رہا اور انتہائی نازک مراحل میں سے گزر رہا تھا۔ ہر طرف سے اس پر خطرناک حملے ہو رہے تھے۔ اور وہ چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں گھر چکا تھا۔ دیگر ادیان والوں نے اس کے خلاف فضا مکدر کر رکھی تھی۔ اور مسلمانوں پر ایک لرزہ طاری تھا۔

عالمِ اسلام کے خطرناک انحطاط و زوال سے فائدہ اٹھا کر عیسائی قوم نے اپنے تمام وسائل سے کام لیکر اس پر ہر طرف سے یورش کر دی تھی۔ اور مسلمانوں کو دائرۂ اسلام سے نکال کر عیسائیت کی آغوش میں لانے کے لئے ایک عالمگیر اور مستقل منصوبہ تیار کر کے تمام ممالکِ اسلامی کو اپنی تبلیغ کی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ عیسائی حکومتوں نے عیسائی مشنوں کا ساتھ دیا اور ہر طرح اُن کی پیٹھ ٹھونکی اور دامے درمے اور سخنے غرضکہ ہر لحاظ سے ان کی امداد کا بیڑہ اٹھایا۔ اس کا اندازہ لگانے کے لئے ایک پادری کی رپورٹ ملاحظہ ہو۔

اسلام پر عیسائیت کے غلبہ و فتوحات و وسعت کے متعلق

پادری ڈاکٹر ہنری جان بیروز امریکن مشنری کی تعلیاں

پادری صاحب موصوف نے لکھا تھا:۔

"دُنیائے عیسائیت کا عروج آج اس درجہ زندہ حقیقت کی صُورت اختیار کر چکا ہے کہ یہ درجہ اُسے پہلے کبھی نصیب نہ ہُوا تھا۔ ذرا ہماری ملکہ (وکٹوریہ) کو دیکھو جو ایک ایسی سلطنت کی سربراہ ہے جس پر کبھی سُورج غروب نہیں ہوتا۔ دیکھو وہ ناصرہ کے مصلوب کی خانقاہ پر کمال درجہ تابعداری سے احتراماً جھکتی اور خراجِ عقیدت پیش کرتی ہے۔ یا پھر گاؤں کے گرجا میں جا کر نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ وہ سیاسی مدبّر (وزیر اعظم برطانیہ) جس کے ہاتھوں میں ایک عالمگیر سلطنت اور اسکی قسمت کی باگ ڈور ہے جب یسوع مسیح کے نام پر دُعا کرتا ہے تو کیسی عاجزی اور انکساری سے اپنا سر جُھکاتا ہے۔ دیکھو جرمنی کے نوجوان قیصر کو جب وہ خود اپنے لوگوں کے لیئے بطور پادری کے فرائض سرانجام دیتا اور یسوع مسیح کے مذہب یعنی دینِ عیسائیت سے اپنی وفاداری کا اظہار کرتا ہے۔ اور مشرقی انداز پر ماسکو کے شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ والے زارِ روس کو دیکھو تاج پوشی کے وقت ابنِ آدم کے طشت میں رکھ کر اُسے تاج پیش کیا جاتا ہے۔

الغرض برطانوی. جرمن۔ روسی اور امریکی سلطنتوں کے حکمران اقرار کرتے ہیں کہ وہ یسوع مسیح کے نائبین ہیں۔ اور اسی حیثیت سے اپنی سلطنتوں میں حکمران ہیں۔ کیا ان سب کے زیرِ نگین علاقے مل کر ایسی وسیع وعریض سلطنت کی حیثیت نہیں رکھتے کہ جس کے آگے ازمنۂ قدیم کی بڑی سے بڑی سلطنت بھی سراسر بے حیثیت نظر آنے لگتی ہے۔" (بیروز لیکچرز ص ۴۲)

پھر اسی پادری نے اسلامی ممالک میں عیسائیوں کے ناپاک عزائم کا تحدی آمیز انداز میں یوں ذکر کیا تھا :۔

"اب میں اسلامی ممالک میں عیسائیت کی روز افزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں۔ اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار آج ایک طرف لبنان پر ضَو افگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کی چمکار سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ یہ صورتِ حال پیش خیمہ ہے اُس آنے والے انقلاب کا جب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگا۔ اور بالآخر وہاں اس حق وصداقت کی منادی کی جائے گی کہ "ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور

یسوع مسیح کو جانیں جسے تُو نے بھیجا ہے۔" (ایضاً ۲۱)

عیسائیوں کے پے در پے اور تابڑ توڑ حملوں کا نتیجہ یہ ہوُا کہ مسلمانوں کے بڑے بڑے مشہور خاندانوں کے اہلِ علم افراد اور بڑی بڑی شخصیتیں اس فضا سے متاثر ہو کر ڈگمگا چکی تھیں۔ اور خاندانوں کے خاندان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی آغوش میں جا رہے تھے۔ اور یہ سمجھا جانے لگا تھا کہ اب اسلام چند دِن کا مہمان ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا جنازہ نکل جائے گا اور صفحۂ زمین پر اس کا نام ونشان نہ رہے گا۔

حیاتِ مسیحؑ سے عیسائیّت کو تقویّت

ایسے نازک دَور میں وہ مُسلمان جن کے اندر کچھ احساس باقی تھا اس کا علاج و مداوا صرف اس بات میں سمجھتے تھے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے نازل ہو کر اُن کی مدد فرمائیں گے۔ اور اس طرح مسلمانوں کو اطمینان و راحت کا سانس لینے کا موقع ملیگا۔ عیسائی مشنوں نے مسلمانوں کے خلاف ان کا یہی حربہ لے کر چلایا اور اسلام کو مزید کمزور کرنا شروع کر دیا۔ وہ حربہ یہ تھا کہ مسیح علیہ السلام واقعۂ صلیب کے بعد جسمِ خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور وہ اب تک وہاں زندہ موجود ہیں۔ اور وہی آخری زمانہ میں اُمتِ محمدیّہ کی بھی اصلاح کے لئے نازل ہوں گے۔ اُن کی غیر معمولی زندگی اور صعود و نزول اُن کی خدائی کی زبردست دلیل ہے۔ عیسائی، مسلمانوں کی کمزوری ولاچاری سے فائدہ اُٹھا کر اس بات کو نہ صرف یہ کہ الوہیتِ مسیح کی دلیل ٹھہرانے لگ گئے تھے۔

بلکہ وہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن کی برتری و افضلیت کی عظیم الشان دلیل قرار دے کر مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچتے چلے جاتے تھے۔ مسلمان جو ہر طرح زوال و انحطاط کا شکار ہو چکے تھے اور ان مذکورہ خیالات و عقائد میں عیسائیوں کے ہم نوا بن چکے تھے اور اُن کے مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے اُن کے سامنے پُورے طور پر گھٹنے ٹیک چکے تھے وہ اپنی بے بسی کی وجہ سے اُن کا مُنہ تکتے رہ جاتے تھے۔ اور بعض اس لاچاری کی وجہ سے دل ہی دِل میں خداوند کے حضور اس کے علاج کے خواہاں تھے۔ اور بعض اپنا اور اسلام کا مرثیہ پڑھ کر اپنے دِل کا غبار و بھڑاس نکال رہے تھے۔ اور اس کے حضور دست بدُعا تھے۔ چنانچہ حالیؔ کی مسدس کی یہ نظم اسلام کی اس مرثیہ خوانی پر شاہد و ناطق ہے۔ اُنہوں نے اپنی مسدس ۱۸۸۹ء میں لکھی تھی۔ اس میں انہوں نے اُس وقت کے مسلمانوں کی بدترین حالت کا نقشہ کھینچ کر خدا کے حضور یوں التجا کی تھی ؎

اَے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے ۔۔۔ اُمّت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ ۔۔۔ خود آج وہ مہمان سرائے فقراء ہے
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں ۔۔۔ اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکماء کی ۔۔۔ وہ عرضۂ تیغِ جہلاء سفہاء ہے
جس دین کی حجّت سے سب ادیان تھے مغلوب ۔۔۔ اب معترض اس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے
بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار ۔۔۔ جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اُس کے ہَوا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی! ۔۔۔ ہاں ایک دُعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے

غرضنکہ اِسلام و مسلمانوں کی حالت نہایت نازک دور تک جا پہنچی تھی۔

حضرت اقدسؑ کی بعثت و فعال جماعت کی تیاری کا خُدائی حکم

عین ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی آہ و زاری اور قلبی کیفیت کو دیکھ کر آسمان سے اُن پر نظرِ رحمت ڈالی۔ اور آج سے اسّی سال قبل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے الہام سے نوازا۔ اور آپؑ کو اِسلام و مسلم قوم کی حالتِ زار کے پیشِ نظر چُن لیا۔ اور اس اہم وعظیم الشان کام کے لئے کھڑا کر کے حکم دیا وَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا۔ کہ تُو اِس کام کا بیڑہ اُٹھا لے۔ اور پختہ عزم کر لینے کے بعد اللہ تعالیٰ پر پورا بھروسہ رکھ وہ تجھے ضرور کامیاب کرے گا۔ اور پھر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (تذکرہ) کہ لوگوں سے خدا کے نام پر بیعت لے اور ایک مخلص و فعال جماعت اِس کام کے لئے تیار کر۔ چنانچہ آپؑ نے جماعتِ احمدیہ کی بنیاد ڈالی۔ اور خدا تعالیٰ نے آپؑ کی پوری مدد فرمائی اور آپؑ کی تقویت اور صداقتِ اسلام کا ثبوت دینے اور غلبۂ اِسلام کی خاطر آپؑ کو حکم دیا کہ جملہ مذاہب کو نشان نمائی کے لئے دعوت دے۔

براہین احمدیہ کی تصنیف

چنانچہ آپؑ نے ۱۸۸۰ء میں قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

حقانیت و افضلیت عقلی و نقلی دلائل کے ذریعہ سے جملہ اہلِ مذاہب کے سامنے پیش فرمائی اور اس کے لئے براہین احمدیہ جیسی لاثانی و شہرۂ آفاق کتاب تصنیف فرماکر دس ہزار روپیہ کے انعامی اشتہار کے ساتھ شائع فرمائی اور اس میں اور نیز الگ طور پر صداقتِ اسلام کے اظہار کے لئے نشان نمائی کے چیلنج کے ذریعہ سے آپ کی ایسی برتری ثابت کی کہ دیگر مذاہب والوں کو سخت گھبراہٹ و پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ اِسلام کی طرف سے اِس بروقت غیر معمولی مدافعت و یورش اور تائیدِ الٰہی و حمایت سے مسلمانوں کی جان میں جان آگئی۔ اور اُن کو حقیقی تسکین و طمانیتِ قلبی حاصل ہوئی۔ اور اسلام کو علمی اور رُوحانی میدان میں غلبہ و فتح حاصل ہوئی۔ کیونکہ مخالفین کے اکابر علماء فضلاء میں سے کوئی ایک بھی آپؑ کے مقابلہ کے لئے میدان میں نہ نکلا اور وہ دُبک کر بلوں میں جا گھُسے۔

آپؑ کے اس سنہری و زرّین کارنامہ کو دیکھ کر مسلمانوں کے حوصلے جو پہلے پست ہو چکے تھے اُبھر آئے۔ اور آپؑ کی طرف سے پَے در پَے ظاہر ہونے والی تائید و حمایت و نصرتِ اسلام پر سارے ملک میں شہروں، گاؤں اور مجالس و سوسائیٹیوں میں ہر طرف آپؑ کا چرچا و تذکرہ ہونے لگا۔ اور گھر گھر آپ کی شہرت کا ڈنکا بجنے لگا۔ اور مخالفوں و موافقوں کی نظر آپؑ کی طرف اُٹھنے لگی۔ اور مخالفینِ اسلام آپؑ کے وجود کو اپنے لئے ایک خطرہ کا الارم اور اکابر علماءِ اسلام و زعماء و فضلاء حضرت اقدس کی شخصیت کو اسلام کے لئے ایک عظیم ابرِ رحمت سمجھنے لگے۔ اور لوگوں

میں سے سنجیدہ اور ذی علم اور سعید روحوں نے آپ کی طرف رجوع کرنا شروع کر دیا۔
آپ نے بڑے بڑے اہلِ علم محققین و سنجیدہ مزاج حضرات دغیور مُسلم طبقہ سے داد اور خراجِ تحسین حاصل کیا۔ آپؑ کی مقناطیسی شخصیت نے غیر مُسلم سنجیدہ طبقہ پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ اور وہ باوجود آپؑ کے بظاہر علمی میدان سے کوسوں دُور ہونے کے آپؑ کے غیر معمولی علم و شخصیت کے قائل ہوگئے۔

وفاتِ مسیح ناصریؑ کے متعلق الہامی اِنکشاف

آپؑ کے سُنہری علمی و معجزانہ کارنامہ کی وجہ سے مسلمانوں کی مذہبی فضا کافی حد تک آپؑ کی تائید میں ہو چکی تھی۔ کہ اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ پر یہ انکشاف بذریعہ الہام ہوُا۔ اور آپ کو بتایا گیا کہ :-
(۱) مسیح ابنِ مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور تو اُس کے رنگ میں مسیح ہے۔
(۲) خدا تعالیٰ نے الہاماً آپؑ کو یہ بھی بتایا کہ جَعَلْنَاكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ کہ ہم نے تجھے مسیح ابنِ مریم بنایا ہے۔

مسیحیّت کا دعویٰ

اِس الہام پر آپؑ نے اپنی تصانیف "فتحِ اسلام" اور "توضیحِ مرام" میں اس کا اعلان کرتے ہوئے یہ اطلاع دی کہ مسیح ابنِ مریم فوت ہو چکا ہے۔ اور اس کے رنگ میں رنگین ہو کر اور اس کا مثیل بن کر میں مسیحِ موعود ہوں۔

اور اِس الہام اور دعویٰ کی تائید میں لوگوں کو مخاطب کرکے عقلی و نقلی دلائل پیش فرمائے۔ اور وفاتِ مسیح ناصریؑ کا ثبوت مہیا فرمایا۔ اس کے لئے آپؑ نے قرآنِ کریم و احادیث کو پیش کیا۔

اِس اظہار پر کہ مسیح ابنِ مریم فوت ہو چکا ہے اور آنے والا مسیحِ موعودؑ آپؑ ہی ہیں، اُن لوگوں میں جو آپؑ کی تعریف و توصیف میں ہر وقت رطب اللسان رہتے تھے، سخت مخالفت کا جوش اٹھا۔ اور اُن میں سے اکثر آپؑ کے سخت خلاف ہو گئے۔ اور ملک میں ہر طرف آپؑ کے خلاف فتویٰ و تکفیر بازی کا بازار گرم ہو گیا۔ مسلمانوں کی طرف سے کُفر کے فتوے لگنے لگے۔ اور آپؑ کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا جانے لگا۔

مولوی محمد حسین صاحب کی تعلّی

حتیٰ کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جس نے آپؑ کی کتاب براھینِ احمدیہ پر دو سو صفحات کا شاندار طویل ریویو لکھ کر اُسے لاثانی کتاب اور آپؑ کو مؤید من اللہ وجود ثابت کیا تھا، آپؑ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سارے ملک میں پھر کر دو سو مشہور علماء و فضلاء کے فتاویٰ تکفیر حاصل کرکے شائع کئے اور سارے ملک میں آپؑ کے خلاف مخالفت کی آگ بھڑکا دی۔ اور لکھا کہ :-

"مَیں نے اس کو اُٹھایا تھا اور مَیں ہی اس کو گراؤں گا"

اس زمانہ میں اُن علماء کا صرف ایک ہی مشغلہ تھا۔ کہ وہ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم

کی حیات کو اُچھال کر عیسائیت کے ہاتھ مضبوط کریں۔ بہرحال مسلمانوں نے بجائے خوشی کا اظہار کرنے کے شدید مخالفت کی اور اس پر کمر کس لی اور ہر طرح عیسائیوں کا ساتھ دے کر اسلام کے مزید ضعف اور عیسائیت کی تقویت کا باعث بنے۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے مسیح ناصری کی وفات اپنی تصنیفات و تالیفات میں قرآن کریم اور احادیث اور تاریخی شواہد سے بار بار اور نئے سے نئے پیرایہ و دلائل کے ساتھ ثابت کر کے اُسے واضح سے واضح تر کر دیا۔ اور بار بار اُسے تحدی کے ساتھ پیش فرمایا۔

وفاتِ مسیح اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دلائل پر ازالہ اوہام کی اشاعت

چونکہ آپ کی صداقت کے ساتھ اس مسئلہ کا گہرا تعلق ہے اِس لئے آپ نے خدا تعالےٰ کی تائید اور رہنمائی سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ و تاریخِ صحیح سے علماء کی غلط تفسیرات و باطل تاویلات کا قلع قمع کر دکھایا۔ اور اپنی صداقت کے علاوہ وفاتِ مسیح ناصری کا پورا پورا ثبوت مہیا کیا اور اس پر ایک مستقل کتاب "ازالہ اوہام" ساڑھے نو سو صفحات کی دو حصوں میں شائع فرمائی۔ اور پھر نہ صرف یہ کہ مسیح ابنِ مریم کی وفات ہی کو پایۂ ثبوت تک پہنچایا بلکہ اُن کی ہجرت اور پھر مُلکِ کشمیر میں اُن کی قبر تک کا بھی بیّن و قطعی ثبوت اپنی مایۂ ناز کتاب "مسیح ہندوستان میں" میں فراہم فرمایا۔ جس سے طبقۂ علماء و عالَمِ اسلام اور مسیحی دُنیا میں تہلکہ مچ گیا۔ اور وہ آپ کے سامنے چاروں شانے چت گر گئے۔ اور کسی کو حیاتِ مسیح

کا ثبوت پیش کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

ہندوستان میں مسیحؑ کی آمد و موجودگی کا تاریخی ثبوت

حضرت اقدس علیہ السلام نے احادیث سے حضرت مسیحؑ کی عمر ۱۲۵ والی روایت پیش کی۔ ایسا ہی یہ روایت بھی مل گئی کہ اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو اُن کو میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔ حضورؑ کی تحقیق کی تائید میں یہ اُمور بھی سامنے آ گئے کہ بھوشیہ پران میں شالباہن بادشاہ کی ملاقات کشمیر کے پہاڑ پر حضرت مسیحؑ سے ہوئی اور انسائیکلو پیڈیا برٹینکا نے حضرت مسیح کی بڑھاپے کی تصویر شائع کی جو عیسائیوں میں اُن کی یادگار چلی آئی ہے۔ اِن اُمور نے حضرت مسیح موعودؑ کی تحقیق کو حق الیقین تک پہنچا دیا۔ اور اس بات سے کوئی گریز کی صورت نہ رہی کہ حضرت مسیحؑ ہجرت کے بعد وفات پا گئے تھے۔

عیسائیت کے محل کو گرانے کیلئے کارگر گُر

آپؑ نے اس کارنامہ کے ساتھ اپنی جماعت کو اس بات کی تاکیدی نصیحت فرمائی کہ وہ دیگر مسیحی مسائل متنازعہ فیہ کو نظر انداز کر کے صرف وفاتِ مسیح ناصری کے مسئلہ پر زور دیں کیونکہ حیاتِ مسیح کا مسئلہ اُن کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ اور ان کی عمارت و قلعہ کا بڑا ستون ہے۔ اُس پر کاری ضرب لگانے کی ضرورت ہے۔ اِس ہڈی اور ستون کے گرنے سے اُن کی

ساری عمارت یکدم منہدم ہو کر پیوندِ خاک ہو جائے گی۔ آپؑ نے اپنی کتاب ازالۂ اوہام میں اس طرف توجہ دلاتے ہوئے اِس زرّین اُصول پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے ہوئے اِس پر زور دیا اور آپؑ نے نہ صرف خود اِس حربہ کو استعمال کیا بلکہ اپنی جماعت کو بھی یہی مشورہ دیا کہ مسیحیوں کے مقابل پر ہر قسم کے مباحثات میں تم بھی وفاتِ مسیح ہی کے مسئلہ کو بنیادی مسئلہ قرار دے کر اُن پر غلبہ حاصل کر سکتے ہو۔ چنانچہ آپؑ نے تحریر فرمایا:۔

"اے میرے دوستو! اب میری آخری وصیت سنو! اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو۔ تم اپنے اُن تمام مناظرات میں جو تمہیں عیسائیوں سے پیش آتے ہیں رُخ بدل لو۔ اور عیسائیوں پر ثابت کر دو کہ درحقیقت مسیح ابنِ مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو گیا ہے .... اُن کے مذہب کا ایک ہی ستون ہے اور وہ یہ کہ اب تک مسیح ابن مریم آسمان پر بیٹھا ہے۔ اس ستون کو پاش پاش کر دو۔ پھر نظر اُٹھا کر دیکھو کہ عیسائی مذہب دُنیا میں کہاں ہے چونکہ اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے کہ اس ستون کو ریزہ ریزہ کر دے اور یورپ اور ایشیا میں توحید کی ہوا چلائے اِس لئے اُس نے مجھے بھیجا۔ اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح ابنِ مریم فوت ہو چکا ہے۔"

(از ازالہ اوہام حصہ اوّل)

یہ وہ غیر معمولی اصل ہے جو اس جنگ کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اور ایسا حربہ ہے جس کے سامنے عیسائیت کا بھوت کبھی ٹھہر نہیں سکتا بلکہ اس کے ذریعہ سے اس کی موت یقینی ہے۔ جماعتِ احمدیہ ہر میدان میں مذکورہ حربہ کو کام میں لا کر عیسائیوں کو شکست پر شکست دے رہی ہے۔ اگر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیں تو اُن کو معلوم ہو جائے کہ وہ کس قدر غلطی پر ہیں۔ مگر عموماً مسلمانوں نے اس سے فائدہ نہیں اُٹھایا اور اُلٹا اُس کی شدید مخالفت کی ہے۔

حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ کی وجہ سے مسلمانوں کا ارتداد

پادریوں نے مسلمانوں کو بھڑکایا اور اُکسایا کہ مسیح ابنِ مریم واقعی زندہ ہے اور وہی اُن کی اِصلاح کے لئے آسمان سے اُترے گا۔ اور اس کے ثبوت کے لئے مسلمان علماء و اکابر کی آراء پیش کر کے اُن کو ورغلایا۔ چنانچہ انہوں نے عیسائیوں کی تائید کر کے اور اُن کی ہاں میں ہاں ملا کر اُن کے ہاتھوں کو اور بھی مضبوط کر دیا۔ اور اب تک کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اسلام کو سخت کمزور کرنے پر زور دے رہے ہیں۔ صرف اسی ایک عقیدہ کی وجہ سے لاکھوں مسلمان اِسلام کی آغوش سے نکل کر عیسائیت کی گود میں داخل ہو چکے ہیں۔ مگر جماعتِ احمدیہ کی طرف سے چلایا گیا یہ حربہ اُن کو ہر میدان میں ناکام و نامراد کرتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قطعی و یقینی و لاثانی تحقیق و

دلائل وبراہین کا آہستہ آہستہ یہ اثر ہو رہا ہے کہ بڑے بڑے مفکرین اور علماء و فضلاء ومشاہیر اہلِ علم آپؑ کی اس لاثانی تحقیق وفاتِ مسیح ابنِ مریم سے اتفاق کرنے لگ گئے ہیں۔ چنانچہ اس کتابچہ میں ہم دو درجن کے قریب علماء کبار کی طرف سے کیا جانے والا اعترافِ حقیقت و تائیدِ حق وصداقت اور آپ سے اتفاق کو بطور گواہ پیش کر رہے ہیں۔

مسیح موعودؑ کی فتح

آپؑ کی اس لاثانی تحقیق نے ایسا کامیاب اثر وردِّ عمل پیدا کر دیا ہے کہ عیسائیت کی عمارت کی بنیادیں ہل گئی ہیں۔ اور اس کا حملہ دیورش پسپا ہو گئی ہے۔ اور اسلام نے نئے سرے کروٹ لی ہے۔ اور صدرِ اوّل والی شان دکھانی شروع کر دی ہے۔ اور اپنوں اور غیروں نے اس امر کا اعتراف کر لیا ہے کہ آپؑ نے آکر واقعی اسلام کی طرف سے حقیقی مدافعت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اور ایسا ہی اپنے جارحانہ حملوں کے ذریعہ سے اسلام کا قدم آگے بڑھایا۔ اور عیسائیت کا قدم پیچھے دھکیل دیا ہے۔

بہرحال یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بہت بڑی فتح ہے۔ اور آپؑ کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے۔ آپؑ کی تحقیق کا عالمِ اسلام پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ اور وہ حیاتِ مسیحؑ سے سخت ناامید اور بدظن ہو کر اُسے چھوڑنے پر مجبور ہے۔ یہ ایسا زبردست گُر ہے جو صلیب کو پاش پاش کر دے گا۔ وفاتِ مسیحؑ کے ذریعہ سے صلیبی مذہب کی شکست وزوال

مقدر ہے جو اس پر اگر رہے گا۔

عقیدہ حیاتِ مسیحؑ کا پسِ منظر اور اُس کا سبب

یہ باطل عقیدہ مسلمانوں میں کب اور کیونکر پیدا ہوا اور اس کی اشاعت کرنے والے لوگ کون تھے۔ سو اس کے متعلق یاد رہے کہ یہ عقیدہ عیسائیوں کا ہے۔ ان کا یہ بیان ہے کہ مسیحؑ صلیبی واقعہ میں مرنے کے بعد زندہ ہوکر آسمان پر جسمِ خاکی کے ساتھ چڑھ گئے تھے۔ اور وہی دوبارہ آخری زمانہ میں اِصلاحِ اقوام کے لئے آئیں گے۔ جب اِسلام کثرت سے پھیلا اور عیسائی قوم پر اس نے اپنا غیر معمولی اثر ڈالا۔ اور وہ اسلام کی صداقت سے متأثر ہوکر اِسلام میں فوج در فوج داخل ہوئے تو اُن کے ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی مسلمانوں میں راہ پاگیا۔ اور آہستہ آہستہ اس کا اثر یہ ہوا کہ اُس نے ایک مستقل عقیدہ کی صورت اختیار کر لی۔ اور پھر اس کی طرف کم توجہ ہونے کی وجہ سے اُس کی پُورے طور پر تردید کے سامان نہ ہوسکے۔ اور اس طرح یہ عقیدہ آہستہ آہستہ مسلمانوں میں پھیل گیا۔ اور اس کی جڑھیں مضبوط ہوگئیں۔ پس اسے مسلمانوں میں دانستہ پھیلانے والے دراصل عیسائی ہیں۔ جو مسلمانوں میں گھس کر اسلام کو نقصان پہنچانے اور اپنے باطل خیالات کو پھیلانے کا باعث بنے ہیں۔ اسلام میں اس کا کوئی ذکر موجود نہیں۔ حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ مسلمانوں میں کیونکر آیا اس کی مذکورہ وجہ و سبب کو بعض محقق مسلمانوں نے تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے :—

"فَفِيْ زَادِ الْمَعَادِ لِلْحَافِظِ ابْنِ قَيِّمٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا يُذْكَرُ اَنَّ عِيْسٰى رُفِعَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّ ثَلَاثِيْنَ سَنَةً لَا يُعْرَفُ بِهٖ اَثَرٌ يَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ۔ قَالَ الشَّامِيُّ وَهُوَ كَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ النَّصَارٰى"

(فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۹)

یعنی حافظ ابن قیم کی کتاب زاد المعاد میں لکھا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ۳۳ سال کی عمر میں اُٹھائے گئے تھے اس کی تائید کسی آیت یا حدیث سے نہیں ہوتی کہ اس کا ماننا واجب ہو۔ شامی نے کہا ہے کہ جیسا کہ امام ابن قیم نے فرمایا ہے فی الواقع ایسا ہی ہے اس عقیدہ کی بناء آیاتِ قرآنی و احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں بلکہ یہ روایات نصاریٰ کی طرف سے آئی ہیں۔ اور انہی سے یہ باطل عقیدہ مسلمانوں میں داخل ہوا ہے۔

اس حوالہ سے صاف عیاں ہے کہ یہ باطل عقیدہ عیسائیوں کی پیداوار ہے اور مسلمانوں میں انہی کی طرف سے اس کی اشاعت ہوئی ہے۔

چنانچہ جن جن ائمہ کرام کو اس کی طرف توجہ ہوئی انہوں نے اس کا ردّ کر کے وفاتِ مسیح کا اعلان کیا۔ جیسے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حزمؒ وغیرہ۔ اور مسلمانوں کا معتزلہ گروہ بھی وفاتِ مسیح ہی کا قائل رہا ہے۔

ایلیا کے آسمان سے نزُول کے متعلق مسیحِ ناصریؑ کا فیصلہ

اِس جگہ اس امر کا ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بائیبل میں ۲۔سلاطین ۲ : ۱۱ میں لکھا ہے کہ :-

"ایلیا بگولے میں ہو کر آسمان پر چلا گیا"۔

اور ملاکی نبی کی کتاب ۴ : ۵ میں اُن کی دوبارہ آمد و نزول کا ذِکر اِن الفاظ میں آیا ہے کہ :-

"دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دِن کے آنے سے

پیشتر مَیں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا"۔

یہود اِس خبر کے مطابق صادق مسیح کی آمد سے قبل ایلیا کے آسمان سے نزول کے منتظر تھے۔ اور حضرت مسیحؑ کے دعویٰ کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے مگر حضرت مسیح علیہ السَّلام نے اِس کیس کا فیصلہ یہ دیا کہ :-

"سب نبیوں اور تورات نے یوحنّا (یعنی یحییٰ ناقل) تک نبوت

کی اور چاہو تو مانو۔ ایلیا جو آنے والا تھا یہی ہے"۔

(متی ۱۱ : ۱۳-۱۴) و (متی ۱۷ : ۹-۱۲)

غرضکہ حضرت مسیحؑ نے یہ فیصلہ دیا کہ ایلیا سے مراد یحییٰ نبی ہے جو مجھ سے پہلے آچکا ہے۔ بعد ازاں اسی مذکورہ نہج پر حضرت مسیحؑ نے اپنے متعلق یہ فرمایا کہ "پھر میں اپنے بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا"۔ (یوحنا ۷ : ۳۴) اُن کا مدعا اِس سے یہ تھا کہ مَیں یہاں سے کسی اور طرف ہجرت کر جاؤں گا۔

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اِنِّی ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّی۔
کہ میں اپنے رب کی طرف یعنی اس کے پاس چلا جاؤں گا۔ اور پھر اس کے بعد
حضرت ابراہیمؑ عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت کر گئے۔ اسی طرح حضرت
مسیح علیہ السلام بھی فلسطین سے ہجرت کر گئے۔ اور آپؑ نے جانے اور نقلِ
مکانی کرنے سے قبل حواریوں کو اپنی آمد کا یقین دلایا تھا۔ آپ نے اپنے
مذکورہ فیصلہ میں اُن کو سمجھا دیا تھا کہ میری آمد بھی دوبارہ اُسی رنگ میں ہوگی،
جس رنگ میں ایلیاء کی بجائے یحییٰ کی ہوئی ہے۔ یعنی میری بجائے نیا مسیح
آئے گا۔ مگر عیسائیوں نے بھی یہود کی طرح ٹھوکر کھائی۔ اور حضرت مسیحؑ کے
فیصلہ و اشارہ کو نہ سمجھا۔ اور غلطی سے یہود کی طرح یہ سمجھ لیا کہ مسیحؑ آسمان
پر جسمِ خاکی کے ساتھ چڑھ جائیں گے۔ اور وہاں سے جسمِ خاکی ہی کے ساتھ
نازل ہوں گے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کے ہجرت کے لئے غائب ہو جانے
کے بعد عیسائیوں نے یہ مشہور کر دیا کہ وہ جسمِ خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے
ہیں اور پھر آہستہ آہستہ یہ عقیدہ اُن میں رائج و راسخ ہو گیا۔ اور بعد میں
اُنہوں نے اسلام میں آکر اُسے مسلمانوں میں پھیلا دیا۔ مسلمانوں میں اُن
کے اس باطل عقیدہ کے پھیلنے کی وجہ یہ بھی ہوئی کہ اسلام میں بھی عیسائیت
کی طرح ابنِ مریم کے آنے کی پیشگوئی تھی۔ اور اس سے مراد اُن کے
مثیل کی آمد تھی جیسا کہ ایلیاء کی بجائے اُن کے مثیل یحییٰؑ کی آمد مراد تھی۔ مگر
مسلمانوں نے بھی اس نکتہ کو نہ سمجھا۔ اور عیسائیوں کی تقلید میں یہ سمجھ لیا کہ
عیسیٰ بن مریم ہی جسمِ خاکی کے ساتھ آسمان پر چلا گیا ہے اور وہی جسمِ خاکی کے

ساتھ آسمان سے آخری زمانہ میں نازل ہوگا۔ حالانکہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث و تاریخ کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اوّل یہود نے ایسے ہی معاملہ میں ٹھوکر کھائی اور حضرت مسیحؑ کا انکار و تکذیب کر کے مغضوب بن گئے۔ اُن کے بعد عیسائیوں نے بھی باوجود حضرت مسیحؑ کے اپنے فیصلہ کے ان کو ان کے فیصلہ کے خلاف آسمان پر پہنچا دیا۔ اور اب تک ان کی انتظار میں بیٹھے ہیں۔

یاد رہے کہ عام محاورہ کے مطابق انبیاء کی آمد کے لئے نزول کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔ اور چونکہ اسلام میں بھی آنے والے مسیحؑ کے آئندہ نزول کی خبر دی گئی تھی اور اس کا نام بھی مماثلت کی وجہ سے ابنِ مریم رکھا گیا تھا جیسا کہ حدیث کَیۡفَ اَنۡتُمۡ اِذَا نَزَلَ فِیۡکُمُ ابۡنُ مَرۡیَمَ سے ظاہر ہے۔ اس لئے یہ بات عقیدۂ نصاریٰ کے ساتھ مل کر مسیح ناصریؑ کے جسم خاکی کے ساتھ صعود و نزول کے استحکام کا موجب بن گئی۔ اور ان دونوں باتوں میں امتیاز عموماً لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔

خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نے ایلیا کے نزول کے عقیدہ کی طرح اس باطل عقیدہ کا ابطال بھی آنے والے اُمتی مسیح جسے حدیثوں میں کاسرِ صلیب قرار دیا گیا ہے کے لئے اُٹھا رکھا، تا وہ حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ کو جو کہ اسلام کے زوال کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے باطل ثابت کر کے اور عیسائیت کے قلعہ پر کاری ضرب لگا کر اپنے کسرِ صلیب کے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اسلام کے غلبہ کا حقیقی اور اہم سامان پیدا

کرے چنانچہ اللہ تعالٰے نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کام کے لئے کھڑا کیا تو آپ نے پوری قوت اور زور سے اس عقیدہ کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور قرآن کریم کی تیس آیات اور احادیث و تاریخ سے وفاتِ مسیح کا قراردادی ثبوت دے کر اور کشمیر میں اُن کی قبر کا نشان بتا کر ہمیشہ کے لئے اس عقیدہ کا بطلان ظاہر کر دیا۔ اور یہ بتا کر کہ جس طرح خدا تعالٰے آسمان پر ہے زمین پر بھی موجود ہے۔ اور نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کے ارشاد کے مطابق وہ انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ آپ نے اس امر کو واضح کر دیا کہ رَفعِ اِلَی اللّٰہ کی صورت میں کوئی بھی انسان جسم خاکی کے ساتھ آسمانوں پر نہیں جا سکتا۔ اور نہ ہی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ایسے مطالبہ پر آسمان پر خاکی جسم کے ساتھ اُٹھا کر دکھایا۔

سورۃ فاتحہ میں ایک مثیلِ مسیحؑ کے آنے کی پیشگوئی

اس سلسلہ میں آپ نے اپنی کامیابی کے متعلق یقین کا اظہار کرتے ہوئے یہ زبردست اعلان فرمایا:۔

"اے بندگانِ خدا غافل مت ہو۔ اور شیطان تمہیں وساوس میں نہ ڈالے۔ یقیناً سمجھو کہ یہ وہی وعدہ پورا ہوا جو قدیم سے خدا کے نبی کرتے آئے ہیں۔ آج خدا کے مرسل اور شیطان کا آخری جنگ ہے۔ اور یہ وہی وقت اور وہی زمانہ ہے جیسا

کہ دانیال نبی نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔ میں ایک فضل کی طرح اہلِ حق کے لئے آیا۔ اور مجھ سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اور مجھے کافر اور دجال ٹھیرایا گیا۔ اور بے ایمانوں میں سے مجھے سمجھا گیا اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ تا وہ پیشگوئی پوری ہوتی جو آیت غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ کے اندر مخفی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے مُنْعَمْ عَلَیْھِمْ کا وعدہ کر کے اس آیت میں بتا دیا ہے کہ اِس اُمّت میں یہودی بھی ہوں گے جو یہود کے علماء کے مشابہ ہوں گے جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی دینا چاہا اور جنہوں نے عیسیٰ کو کافر اور دجال اور مُلحد قرار دیا۔۔۔۔۔۔۔ یہ لوگ راستبازی کے محل میں نہ آپ داخل ہوتے ہیں نہ کم فہم لوگوں کو داخل ہونے دیتے ہیں۔ کیا کیا مکر ہیں جو کر رہے ہیں۔ اور کیا کیا منصوبے ہیں جو اندر ہی اندر اُن کے گھروں میں ہو رہے ہیں۔ مگر کیا وہ خدا پر غالب آجائیں گے۔ اور کیا وہ اُس قادرِ مطلق کے اِرادے کو روک دیں گے جو تمام نبیوں کی زبانی ظاہر کیا گیا ہے۔ وہ اس مُلک کے شریر امیروں اور بدقسمت دولت داروں پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ مگر خدا کی نظر میں وہ کیا ہیں، صرف ایک مرے ہوئے کیڑے۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ مسیح کو مرنے

دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے۔

عقیدہ حیاتِ مسیحؑ کے نقصانات

اگر ہمارے مسلمان بھائی اِس بارے میں غور کریں تو اُن کو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ کے بہت سے نقصانات ہیں جن سے اُن کو بچنا لازمی ہے۔ مثلاً :-

(۱) اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو آسمان پر اُٹھانے کا کوئی ذکر نہیں کیا بلکہ صرف اپنی طرف اُٹھانے کا ذکر کیا ہے۔ اگر مسیحؑ کو زندہ اور آسمان پر قرار دیا جائے تو غیر محدود خدا کو محدود و مجسّم قرار دینا پڑتا ہے۔ خدا اگر آسمان پر ہے تو وہ زمین پر بھی ہے۔

(۲) آسمان صرف بلندی کا نام ہے وہ کوئی ٹھوس چیز نہیں جس پر مسیحؑ بیٹھ کر اِس قدر عرصہ گزار سکیں۔

(۳) مسیحؑ کو جسمِ خاکی کے ساتھ زندہ ماننے والے غور کریں کہ کیا یہ مسیحؑ کے ساتھ خیر خواہی ہے کہ نہایت ارذل العمر میں مبتلا ہو کر اُنّیس سو سال سے بیکار اور فرسُودہ پڑے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے اِس بات کی تردید کرنے کے لئے ہی یہ فرمایا ہے کہ انسان ارذل عمر کو پہنچ کر بے کار ہو جاتا ہے اور اُس کی ترقی معکوس شرُوع ہو جاتی ہے۔ پس یہ عقیدہ رکھنا تو اُن کے ساتھ عداوت ہے۔

(۴) اِس سے خدا تعالیٰ کی ذات پر الزام آتا ہے کہ وہ قادر نہیں۔

اور کمزور ہے۔ کیونکہ وہ حضرت مسیحؑ کو زمین پر رکھ کر دیگر انبیاء کی طرح بچا نہ سکا۔ اس میں صریح طور پر خدا تعالیٰ کی توہین پائی جاتی ہے۔

(۵) پھر خدا تعالیٰ پر یہ الزام بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ اس بات پر بھی قدرت نہ رکھتا تھا کہ کوئی دوسرا مسیح پیدا کر لیتا۔ اور اُسے دُنیا کی اِصلاح کے لئے بھیج دیتا بلکہ اُس نے پُرانے مسیحؑ ہی کو سنبھال کر رکھ لیا ہے۔

(۶) اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سخت توہین و بے ادبی ہے کہ اگر آسمان پر جانا عزّت افزائی ہے تو پھر خدا تعالیٰ کے حضور حضرت مسیحؑ کو عزّت حاصل ہوئی اور آنحضرت صلعم باوجود سیّد الانبیاء و افضل الانبیاء و سردارِ انبیاء ہونے کے آسمان پر نہ اُٹھائے گئے اور نہ ہی آپؐ کے لئے دوبارہ دُنیا میں واپس لانا مقدر ہُوا ہے

مسیحِ ناصریؑ را تا قیامت زندہ مے فہمند
مگر مدفونِ یثرب را نداد ند ایں فضیلت را

(۷) اس عقیدہ سے حضرت مسیحؑ پر جھوٹ کا الزام آتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اُن کا یہ جواب نقل فرمایا ہے کہ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (مائدہ آخری رکوع) کہ میری وفات پہلے ہوئی اور میری قوم بعد میں بگڑی مجھے اس کے بگڑنے کا کوئی ذاتی علم نہیں۔ مَیں جب تک اُن میں رہا اُن کا نگران رہا اور جب تُو نے میری رُوح قبض کر لی تو اُن کے بعد کے حالات تُو ہی جانتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔ اگر وہ دوبارہ دُنیا میں آجائیں اور اُن کو اپنی قوم کی

حالت کہ اُنہیں خدا کا اکلوتا بیٹا اور اُن کی ماں کو خُدا مان رہی ہے، معلوم ہو جائے گی۔ اس صُورت میں وہ خدا کو یہ جواب کس طرح دے سکتے ہیں کہ مجھے تو اُن کی حالت کا کوئی علم نہیں۔ اگر اس کے بعد بھی اُن کا یہی جواب ہو تو یہ سراسر جھوٹ ٹھہرتا ہے جو کہ نجاست ہے۔

(۸) ایک نقصان اس عقیدہ کا یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے عیسائیت اور عیسائیوں کے عقیدہ الوہیتِ مسیح کو بڑی تقویت پہنچتی ہے۔ چنانچہ عیسائی، مسلمانوں کے سامنے یہی بات پیش کرتے ہیں کہ وہ چونکہ کئی سو سال سے آسمان پر زندہ ہیں اور اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہیں۔ اِسلئے وہ خدا ہیں۔ بشر آسمان پر نہیں جاسکتا۔ مگر چونکہ مسیحؑ آسمان پر چلے گئے اور اب تک بغیر خور و نوش زندہ ہیں اس لئے خدا ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کریم میں اس کے برخلاف فرمایا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا یَأْکُلُوْنَ الطَّعَامَ کہ ہم نے نبیوں کے جسم ایسے نہیں بنائے جو خور و نوش کے محتاج نہ ہوں۔ پس یہ عقیدہ شرک کا باعث ہے۔ اور قرآن کریم نے اُن کی اُلوہیت کے عقیدہ پر سخت ناراضگی کا اظہار کر کے اسے عذاب کا مستحق قرار دیا ہے۔

(۹) ایک نقصان اس عقیدہ کا یہ ہے کہ اس سے اِسلام کی اشاعت و تبلیغ ناممکن ہو جاتی ہے۔ اور عیسائیت پر کسی کاری ضرب کا لگنا محال ہو جاتا ہے۔ اور عیسائیوں کو دعوتِ اِسلام کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ سے مسلمان عیسائیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

مگر وہ مسلمانوں کی دعوت کو بے کار کر دیتے ہیں۔ اگر مسیحؑ کی وفات ثابت کر دی جائے تو عیسائیت کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اس پر ابدی موت وارد ہو جاتی ہے۔ اور اسلام کی اشاعت و ترقی کا راستہ کھل جاتا ہے۔

(۱۰) مسیحؑ کو زندہ ماننے اور ان کی دوبارہ آمد سے آنحضرت صلعم کی مہرِ ختمیت ٹوٹتی ہے۔ اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ آپؐ کی خیرِ امت میں سے کوئی بھی مسیحؑ کے برابر درجہ حاصل نہ کر سکا۔ اور آنحضرت صلعم کا افاضۂ کمال بے کار ہو کر رہ گیا۔ حالانکہ مسیحؑ کی کیا مجال ہے کہ وہ اُمتِ محمدیہ کی اصلاح کے لئے آ دیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسیہ اس قدر نہیں کہ آپؐ سے فیض حاصل کر کے کوئی انسان آپؐ کی اُمت میں سے اصلاحِ اُمت کے لئے کھڑا ہو۔

آراءِ علماء دینے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کے قرآن کریم سے پیش کردہ بعض ضروری دلائل کا یہاں ذکر کر دیا جائے۔ بالخصوص سُورۃ مائدہ کے آخری رکوع کی آیت:-

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِهٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدٌ۔

آپؑ نے اس آیت کو وفاتِ مسیحؑ کے لئے بطور اصل و بنیاد پیش فرمایا ہے۔

آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے ثبوت وفاتِ عیسٰی ابنِ مریمؑ

آپؑ نے اپنے زمانہ کے ایک مولوی صاحب کو مخاطب کر کے تحریر فرمایا:۔

"حدیث اور میری پیشگوئیوں کا ذکر تو الگ رہا آپ تو مسلمان کہلا کر قرآن شریف سے ہی مُنہ پھیرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسٰیؑ فوت ہو گیا ہے۔ اور آپ نے اس کو زندہ قرار دے کر آسمان کے کسی حجرہ میں بٹھا رکھا ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف سے نہیں فرمایا فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ مجھے وفات دینے کے بعد تُو ہی اُن پر رقیب تھا۔ اور کیا ان تمام آیات پر نظر ڈالنے سے صریح طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عیسٰیؑ خدا تعالیٰ کے سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ میں جب تک اپنی اُمت میں تھا میں اُن کے اعمال کا گواہ تھا۔ اور اُن کے حالات کا علم رکھتا تھا۔ پھر جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو بعد اس کے تُو ہی اُن کا رقیب اور محافظ تھا۔ پس کیا ان آیات کا بدیہی طور پر یہ خاص مطلب نہیں ہے کہ میری اُمت میری زندگی میں نہیں بگڑی بلکہ میری وفات کے بعد بگڑی اور بعد وفات مجھے معلوم نہیں کہ اُن کا کیا حال ہوا اور کیا مذہب

اختیار کیا۔ پس خدا تعالےٰ کے اس کلام سے ظاہر ہے کہ اگر فرض کیا جائے
کہ حضرت عیسیٰؑ اب تک زندہ ہیں تو ساتھ ہی یہ بھی فرض کرنا پڑے گا کہ
عیسائی بھی اب تک بگڑے نہیں اور سچے مذہب پر قائم ہیں۔ کیونکہ حضرت
عیسیٰؑ اپنی امت کا صراطِ مستقیم پر ہونا اپنی زندگی تک وابستہ کرتے
ہیں۔ اور اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ مَیں نے یہ تعلیم دی ہے کہ مجھے اور
میری ماں کو خدا کر کے مانا کرو۔ اور جناب الٰہی میں عرض کرتے ہیں کہ جب
تک مَیں اپنی اُمّت میں تھا مَیں نے وہی تعلیم ان کو دی جس کی تُو نے مجھے
ہدایت دی تھی اور جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو بعد کے حالات
کا مجھے کچھ علم نہیں۔ اور ان آیات سے صاف طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دُنیا میں نہیں آئیں گے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ قیامت
کے دِن وہ خدا تعالےٰ کے سامنے جھوٹ بولیں گے۔ کیونکہ اگر وہ قیامت
سے پہلے دُنیا میں دوبارہ آئے ہوتے تو اس صورت میں ان کا یہ کہنا کہ مجھے
کچھ علم نہیں کہ میری اُمّت نے میرے بعد کیا عقیدہ اختیار کیا صریح جھوٹ
ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جو شخص دوبارہ دُنیا میں آوے اور بچشمِ خود دیکھ جاوے
کہ اس کی اُمّت بگڑ چکی ہے اور نہ صرف ایک دن بلکہ برابر چالیس برس
تک ان کے کفر کی حالت دیکھتا ہے وہ کیونکر قیامت کے دن خدا تعالیٰ
کے سامنے کہہ سکتا ہے کہ اپنی اُمّت کی حالت سے محض بے خبر ہُوں۔
اب ظاہر ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں اور پھر دوبارہ
زمین پر نازل ہوں گے صاف اور صریح طور پر نصوصِ صریحہ قرآن شریف

کے برخلاف ہے۔ مگر پھر بھی آپ اس عقیدہ کو نہیں چھوڑتے۔ پس اِس صورت میں آپ پر کیا افسوس کروں کہ آپ میرے صدہا نشانوں کو نہ دیکھ کر اُن سے منکر ہوئے جاتے ہیں۔ اور جس طرح ایک شخص کو مٹی کھانے کی عادت ہوجاتی ہے وہ باوجود پیش کئے جانے عمدہ غذاؤں کے پھر بھی مٹی کھانے کی طرف ہی رغبت کرتا ہے۔ یہی حال آپ کا ہو رہا ہے۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حدیثوں کی رُو سے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ سمجھتے ہیں۔ صحیح بخاری جس کو آپ اصح الکتب بعد کتاب اللہ قرار دیتے ہیں۔ اُس میں تو صاف لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات عیسیٰ علیہ السلام کو اُن مُردہ رُوحوں میں دیکھا۔ جو اِس جہان سے گذر چکی ہیں۔ بلکہ حضرت یحییٰ ؑ کے پاس جو فوت ہو چکے ہیں اُن کا مقام پایا۔ اب بندۂ خدا کچھ تو خدا تعالیٰ کا خوف کرنا چاہیئے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر قبضِ رُوح کے یونہی جسمِ عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے تو اُن کو رُوحوں سے کیا تعلق تھا جو موت کے بعد دُوسرے جہان میں پہنچ چکی ہیں۔ اُن کے لئے تو کوئی علیحدہ مکان یا کمرہ چاہیئے تھا جس میں جسمانی زندگی بسر کرتے نہ کہ عالمِ فانی کے رہنے والوں کے پاس چلے جاتے جو موت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ پس یہ کس قدر جھوٹ ہے جو آپ کے گلے کا ہار ہو رہا ہے جو ایسے شخص کو آپ زندہ قرار دیتے ہیں جو انیس سو ۱۹۰۰ برس سے فوت ہو چکا ہے۔ جب تک خدا تعالےٰ نے اِس بھید کو

نہیں کھولا تھا تب تک تو ہر ایک معذور تھا۔ اب جب کہ حَکم آ گیا اور حقیقت کھل گئی اور قرآن شریف کی رُو سے حضرت عیسیٰ ؑ کی موت ثابت ہو گئی۔ اور حدیثوں کی رُو سے مُردہ رُوحوں میں اُن کی بُود و باش پر گواہی مل گئی اور خدا کے قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے یعنی رؤیت سے حضرت عیسیٰ ؑ کا وفات پانا بپایہ ثبوت پہنچ گیا۔ بلکہ مُسلم اور صحیح بخاری کی حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ آنے والا مسیح ؑ اسی اُمّت میں سے ہو گا۔ اور اس مسیح ؑ نے بھی بحیثیت حَکَم ہونے کے قرآن شریف اور ان احادیث کے مطابق گواہی دی تو اب بھی نہ ماننا، بتلاؤ یہ ایمانداری ہے یا بے ایمانی؟ پھر ایسے آدمی پر افسوس کیا کریں کہ وہ ہمارے نشانوں کو نہیں مانتا۔ جب کہ اُس نے نہ خدا کے قول کو مانا اور نہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کو قبول کیا اور نہ چاہا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اپنی غلطی کو چھوڑ دے۔ تو ایسا آدمی اگر میرے پر افتراء کرے تو مجھے کیوں افسوس کرنا چاہیئے ایک کی غلطی دُوسرے کے لئے سند نہیں ہو سکتی۔ اگر فیجِ اعوج کے زمانہ میں ایسا خیال دِلوں میں ہو گیا تھا کہ حضرت عیسیٰ ؑ زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں تو وہ قابلِ سند نہیں ہے۔ خیر القرون کے زمانہ میں اس خیال کا نام و نشان نہ تھا۔ ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اِس بات پر کیوں راضی ہو جاتے کہ سب انبیاء علیہم السلام فوت ہو چکے ہیں۔ اِسلام میں سب سے پہلا اجماع یہی تھا کہ تمام نبی فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو بعض صحابہؓ کا یہ بھی خیال تھا کہ آپ فوت نہیں ہوئے۔ اور پھر دنیا میں واپس آئیں گے اور منافقوں کی ناک اور کان کاٹیں گے۔ تو اُس وقت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب کو مسجد نبویؐ میں جمع کیا۔ اور یہ آیت پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک نبی ہیں اور تمام انبیاء گذشتہ پہلے اُن سے فوت ہو چکے ہیں۔ تب صحابہؓ جو سب کے سب موجود تھے رضی اللہ عنہم سمجھ گئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بے شک فوت ہو گئے۔ اور انہوں نے یقین کر لیا کہ کوئی نبی بھی زندہ نہیں۔ اور کسی نے اعتراض نہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ اس آیت کے مفہوم سے باہر ہیں۔ اور وہ اب تک زندہ ہیں۔ اور کیا ممکن تھا کہ عاشقانِ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِس بات پر راضی ہو سکتے کہ اُن کا نبیؐ تو چھوٹی سی عمر میں فوت ہو گیا اور عیسیٰؑ چھ سَو برس سے زندہ چلا آتا ہے۔ اور قیامت تک زندہ رہے گا بلکہ وہ تو اس خیال سے زندہ ہی مرجاتے پس اسی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُن سب کے سامنے یہ آیت پڑھ کر اُن کو تسلی دی۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور اِس آیت نے ایسا اثر صحابہؓ کے دِل پر کیا کہ وہ مدینہ کے بازاروں میں یہ آیت پڑھتے پھرتے تھے گویا اُسی دِن وہ نازل ہوئی تھی۔ اور اسلام میں یہ اجماع تمام اجماعوں سے پہلا تھا کہ تمام نبی فوت ہو چکے ہیں۔ مگر اَے

مولوی صاحب!! آپ کو صحابہؓ کے اس اجماع سے کیا غرض آپ کا مذہب تو تعصب ہے نہ کہ اسلام۔

مذہب اسلام ایسے باطل عقیدوں سے دن بدن تباہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر آپ لوگ خوش ہیں ؎

رونقِ دیں عقائدت بردہ!
دشمنانِ دیں شاد و یار آزردہ

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۶ تا ۱۲۰)

اس آیت میں لفظ تَوَفّیْ قابلِ توجہ ہے۔ عموماً علماء اس کے معنی قبضِ رُوح کے سوا کرتے ہیں جو درست نہیں۔ دراصل اس کے معنی قبضِ رُوح کے سوا نہ کوئی ہیں نہ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس بارہ میں ایک لاجواب انعامی چیلنج اُن کو دے رکھا ہے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

لفظ تَوَفّیْ کے معنی قبضِ رُوح کے متعلق حضرت بانیٔ احمدیت علیہ السلام کا لاجوابِ انعامی چیلنج

لفظ تَوَفّیْ کے معنی قبضِ رُوح کے بارہ میں حضرت اقدس علیہ السلام نے جو ایک عظیم الشان انعامی چیلنج تمام دُنیا کے علماء و مشائخ و اہلِ علم کے نام شائع فرمایا جو آج تک تشنۂ جواب چلا آتا ہے۔ بلکہ اکابر علماء

نے اس کے آگے ہتھیار ڈال دیئے ہیں، حسبِ ذیل ہے:-

استقراءِ تام و قاعدۂ کلیہ

آپؑ نے اعلان فرمایا:-

"اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذی الرّوح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبضِ رُوح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبضِ جسم کے معنوں میں بھی استعمال ہُوا ہے تو مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصّہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دوں گا۔ اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔"

(ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۹۱۹ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

یہ قاعدۂ کلیہ اور استقراءِ تام ہے جو لغت سے بھی ثابت ہے۔ پس اگر کوئی عربی زبان میں اس تَوَفِّیْ کے لفظ کا استعمال قبضِ رُوح کے سوا کسی اور معنوں میں ثابت کر سکے اور اس کے استعمال کی کوئی ایک ہی

مثال دکھا سکے تو وہ اس قاعدۂ کلیہ واستقراءِ تام کو توڑنے کی وجہ سے ایک ہزار روپے کے انعام کا مستحق ہوسکتا ہے۔ اس انعامی چیلنج پر اسی سال سے اوپر گزر چکے ہیں مگر افسوس ہے کہ علماء اپنی مخالفت میں تو اندھا دھند تیر برسا رہے ہیں۔ لیکن اس کے استعمال کی کوئی ایک بھی مثال لانے اور ایک ہزار روپیہ انعام حاصل کرکے فتح یاب ہونے سے قاصر و عاجز چلے آرہے ہیں۔

تفسیر آیتِ قرآنیہ وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ

" اصل بات تو یہ تھی کہ توریت کی رُو سے یہودیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر نبوت کا دعویٰ کرنے والا مقتول ہوجائے تو وہ مفتری ہوتا ہے سچا نبی نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی صلیب دیا جائے تو وہ لعنتی ہوتا ہے اور اس کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا ہے۔ اور یہودیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ قتل بھی کئے گئے اور صلیب بھی دیئے گئے۔ بعض کہتے ہیں کہ پہلے قتل کرکے پھر صلیب پر لٹکائے گئے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ پہلے صلیب دے کر پھر اُن کو قتل کیا گیا۔ پس اِن وجوہ سے یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ رُوحانی کے منکر تھے۔ اور اب تک منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ قتل کئے گئے اور صلیب دیئے گئے اس لئے ان کا خدا تعالیٰ کی طرف مومنوں کی طرح رفع نہیں ہوا۔ یہودیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ کافر کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوتا۔ مگر مومن مرنے

کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا جاتا ہے۔ اور اُن کے زعم میں حضرت عیسیٰؑ مصلوب ہو کر نعوذ باللہ کافر اور لعنتی ہو گئے اِس لئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھائے نہیں گئے۔ یہ امر تھا جس کا قرآن شریف نے فیصلہ کرنا تھا۔ پس خدا تعالےٰ نے ان آیات سے جو اُوپر ذکر ہو چکی ہیں یہ فیصلہ کر دیا۔ چنانچہ آیت وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ اسی فیصلہ کو ظاہر کرتی ہے۔ کیونکہ رفع الی اللہ یہودیوں اور اسلام کے عقیدہ کے موافق اُس موت کو کہتے ہیں جو ایمانداری کی حالت میں ہو اور رُوح خدا تعالیٰ کی طرف جاوے اور قتل اور صلیب کے اعتقاد سے یہودیوں کا منشاء یہ تھا کہ مرنے کے وقت رُوح خدا کی طرف نہیں گئی۔ پس یہودیوں کے دعویٰ قتل اور صلیب کا یہی جواب تھا جو خدا نے دیا۔ اور دُوسرے لفظوں میں ما حصل آیت کا یہ ہے کہ یہودی قتل اور صلیب کا عذر پیش کر کے کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السّلام کی رُوح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع نہیں ہوا تھا۔ اور خدا تعالیٰ جواب میں کہتا ہے کہ بلکہ عیسیٰ کی رُوح کا خدا تعالیٰ کی طرف مرنے کے وقت رفع ہو گیا ہے۔ پس تفسیر عبارت کی یہ ہے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ عِنْدَ مَوْتِهٖ۔ چونکہ رفع الی اللہ موت کے وقت ہی ہوتا ہے۔ بلکہ ایمان کی حالت میں جو موت ہو اُس کا نام رفع الی اللہ ہے۔ پس گویا یہودی یہ کہتے تھے کہ مَاتَ عِيْسٰى كَافِرًا غَيْرَ مَرْفُوْعٍ اِلَى اللّٰهِ اور خدا تعالےٰ نے یہ جواب دیا ہے بَلْ مَاتَ مُؤْمِنًا مَرْفُوْعًا اِلَى اللّٰهِ۔ سو بَلْ کا لفظ اِس جگہ غیر محل نہیں بلکہ عین محاورہ

زبانِ عرب کے مطابق ہے۔ یہودیوں کی یہ غلطی تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ گویا حضرت عیسٰی علیہ السلام درحقیقت مصلوب ہو گئے ہیں۔ اس لئے وہ ایک غلطی سے دوسری غلطی میں پڑ گئے کہ موت کے وقت اُن کے رفع الی اللہ سے انکار کر دیا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہرگز مقتول اور مصلوب نہیں ہوئے۔ اور موت کے وقت اُن کا رفع خدا تعالیٰ کی طرف ہُوا ہے۔ پس اس طرزِ کلام میں کوئی اشکال نہیں اور بَلْ کا لفظ ہرگز ہرگز اِن معنوں کی رُو سے غیر محل پر نہیں بلکہ جس حالت میں باتفاق یہود و اہلِ اسلام رفع اِلی اللہ کہتے ہی اس کو ہیں کہ مرنے کے بعد انسان کی رُوح خدا تعالےٰ کی طرف جائے۔ تو اس صورت میں اس مقام میں کسی دُوسرے معنوں کی گنجائش ہی نہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ جس زمانہ کی نسبت قرآن شریف کا یہ بیان ہے کہ عیسٰی مقتول اور مصلوب نہیں ہُوا۔ اُسی زمانہ کی نسبت یہ بھی بیان ہے کہ اُس کا مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کی طرف رفع ہُوا ہے۔ پس بَلْ کا لفظ اس جگہ اتصالِ زمانی کے لئے ہے نہ اتصالِ آنی کے لئے۔ پس خلاصہ مفہوم آیت کا یہ ہے کہ اس زمانہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ طبعی موت کے بعد اُن کا رفع اِلی اللہ ہُوا۔ جیسا کہ قرآن شریف میں وعدہ تھا کہ یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ۔ اور توفّی طبعی موت دینے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ صاحبِ کشاف نے اس آیت کی تفسیر میں یہی تفسیر اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ میں لکھا ہے اِنِّیْ مُمِیْتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ۔ قرآن

شریف کی یہ آیت یعنی یَا عِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ۔ تمام جھگڑے کا فیصلہ کرتی ہے۔ کیونکہ ہمارے مخالف یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کا رفع زندگی کی حالت میں ہوا۔ اور خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ موت کے بعد رفع ہوا۔ پس افسوس ہے اُس قوم پر کہ جو نصِ صریح کتاب اللہ کے مخالف دعویٰ کرتے ہیں اور قرآن شریف اور تمام پہلی کتابیں اور تمام حدیثیں بیان کر رہی ہیں کہ موت کے بعد وہی رفع ہوتا ہے جس کو رفع رُوحانی کہتے ہیں۔ جو ہر ایک مومن کے لئے بعد موت ضروری ہے۔ بعض متعصب اس جگہ لاجواب ہو کر کہتے ہیں کہ آیت کو اِس طرح پڑھنا چاہیئے کہ یٰعِیسٰی اِنِّی رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیکَ گویا خدا تعالےٰ سے یہ غلطی ہوگئی کہ اس نے مُتَوَفِّیکَ کو رَافِعُکَ پر مقدم کر دیا۔ اور یہ فرمایا کہ یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ حالانکہ کہنا یہ تھا کہ یٰعِیسٰی اِنِّی رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیکَ۔ ہائے افسوس تعصب کس قدر سخت بلا ہے کہ اس کی حمایت کے لئے کتاب اللہ کی تحریف کرتے ہیں۔ یہ عملِ تحریف وہی پلید عمل ہے جس سے یہودی لعنتی کہلائے۔ اور اُن کی صورتیں مسخ کی گئیں۔ اب یہ لوگ قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ ہیں۔ اور اگر یہ وعدہ نہ ہوتا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔ تو ان لوگوں سے یہ اُمید تھی کہ بجائے آیت اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ کے اس طرح قرآن شریف میں لکھ دیتے کہ یٰعِیسٰی اِنِّی رَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُتَوَفِّیکَ۔ مگر اس طرح کی تحریف بھی غیر ممکن تھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں چار وعدے فرمائے ہیں۔

جیسا کہ وہ فرماتا ہے یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ ۔ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ ۔ وَ
مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۔ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ
الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ۔ یہ چار وعدے ہیں۔ جن پر نمبر لگا دیئے گئے
اور جیسا کہ احادیثِ صحیحہ اور خود قرآن شریف سے ثابت ہے۔ وعدہ مُطَهِّرُكَ
مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا جو وعدہ رفع کے بعد تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور
سے پُورا ہو گیا۔ کیونکہ آپؐ نے حضرت عیسٰیؑ کے دامن کو اُن بیجا تہمتوں سے
پاک کیا جو یہود اور نصاریٰ نے ان پر لگائی تھیں۔ اسی طرح یہ چوتھا وعدہ
یعنی وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ۔
اسلام کے غلبہ اور شوکت سے پُورا ہو گیا۔ پس اگر مُتَوَفِّیْكَ کے لفظ کو متاخر
کیا جائے اور لفظ رَافِعُكَ اِلَیَّ مقدم کیا جائے جیسا کہ ہمارے مخالف چاہتے
ہیں تو اس صورت میں فقرہ رَافِعُكَ اِلَیَّ فقرہ مُطَهِّرُكَ سے پہلے نہیں
آسکتا۔ کیونکہ فقرہ مُطَهِّرُكَ کا وعدہ پورا ہو چکا ہے اور بموجب قول ہمارے
مخالفوں کے مُتَوَفِّیْكَ کا وعدہ ابھی پُورا نہیں ہوا۔ اور اسی طرح یہ فقرہ
مُتَوَفِّیْكَ وعدہ وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰی
یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کے پہلے بھی نہیں آسکتا۔ کیونکہ وہ وعدہ بھی پُورا ہو چکا ہے
اور قیامت کے دن تک اس کا دامن لمبا ہے۔ پس اس صورت میں تَوَفِّیْ
کا لفظ اگر آیت کے سر پر سے اُٹھا لیا جائے تو اُس کو کسی دُوسرے مقام
میں قیامت سے پہلے رکھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ سو اس سے تو یہ لازم آتا ہے
کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کے بعد مریں گے۔ اور پہلے مرنے

سے یہ ترتیب مانع ہے اب دیکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی یہ کرامت ہے کہ ہمارے مخالف یہودیوں کی طرح قرآن شریف کی تحریف پر آمادہ تو ہوئے مگر قادر نہیں ہو سکے۔ اور کوئی جگہ نظر نہیں آتی جہاں فقرہ رَافِعُکَ کو اپنے مقام سے اُٹھا کر اس جگہ دکھا جائے۔ ہر ایک جگہ کی خانہ پُری ایسے طور سے ہو چکی ہے کہ دست اندازی کی گنجائش نہیں دراصل یہی ایک آیت یعنی یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ طالبِ حق کے لئے کافی ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ رفع جس پر ہمارے مخالفوں نے شور مچا رکھا ہے وہ موت کے بعد ہے نہ موت سے پہلے۔ کیونکہ خدا کی گواہی سے یہ بات ثابت ہے اور خدا کی گواہی کو قبول نہ کرنا ایماندار کا کام نہیں۔ اور جبکہ بموجب نصِ قرآن، رفع موت کے بعد ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ وہی رفع ہے جس کا ہر ایک ایماندار کے لئے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۷۶ تا ۱۷۹)

قرآن کریم میں اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ کے الفاظ آنحضرت صلعم کے لئے وفات دینے کے معنوں میں آئے ہیں۔ نیز شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب ماثبت بالسُنّۃ کے صـ۹۲ پر آنحضرت صلعم کے لئے تَوَفِّیْ اور رَفع دونوں لفظ استعمال کئے گئے ہیں۔ لکھا ہے:-

"تَوَفَّاہُ اللّٰہُ وَرَفَعَہٗ اِلَیْہِ۔" (ماثبت بالسنۃ صـ۹۲)

کہ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو وفات دی اور اپنی طرف اُٹھایا۔

کتب احادیث سے لفظ تَوَفّیِ کے معنی کی مثال

بخاری میں ایک باب توفی رسول کریم صلعم ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلعم نے خود عیسیٰؑ کی توفی کے معنی وہی بتائے ہیں جو آپؐ کی توفی کے ہیں، فرمایا :-

"عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّہٗ یُجَاءُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِیْ فَیُؤْخَذُ بِھِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ فَیُقَالُ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ"۔

(بخاری کتاب التفسیر جلد ۳ صـ۷۹ و جلد ۲ صـ۱۵۹ باب بدء الخلق)

یعنی "آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کے کچھ لوگ دوزخ کی طرف لیجائے جائیں گے تو میں کہوں گا یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ جواب ملے گا، تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا۔ اُس وقت میں بھی وہی کہوں گا جو اللہ تعالےٰ کے صالح بندے عیسیٰؑ نے کہا تھا کہ میں اُن کا اسی وقت تک نگران تھا جبکہ ان میں تھا اور جب تُو نے مجھے وفات دے دی تو تُو ہی ان کا نگران تھا"۔ پس آپؐ کے کئے ہوئے معنوں کو رد کرنا جہالت ہے۔

حدیثِ نبویؐ میں وفاتِ مسیحؑ کا ذِکر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے "اِنَّ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِائَۃَ سَنَۃٍ۔" (حجج الکرامہ ص۴۲۸) کہ حضرت عیسیٰؑ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی تھی۔

یہ بھی حدیثِ نبویؐ ہے کہ "لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔" (شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر ص۱۰۱) کہ اگر حضرت عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔

ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، فرمایا "لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔" (ابن کثیر جلد ۲ ص۲۴۶) کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو اُن کے لئے میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

ردّ حیاتِ مسیحؑ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حیاتِ مسیحؑ کی تائید میں علماء کی طرف سے پیش کی جانے والی آیات کے استدلالات کا بھی خوب قلع قمع فرمایا ہے اور ان کی صحیح و مفصل تفسیر ازالہ اوہام میں پیش کر کے حیاتِ مسیحؑ کا قرار واقعی ابطال فرمایا ہے۔ نیز مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے حیات و وفاتِ مسیحؑ پر کامیاب مناظرہ کر کے ہمیشہ کے لئے اس مسئلہ کا قطعی فیصلہ فرمادیا ہے۔ یہ مناظرہ "الحق دھلی" کے نام سے شائع شدہ ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی

نے بھی اس موضوع پر مباحثہ کی طرح ڈالی تھی۔ اور شہر لدھیانہ میں فریقین کا اجتماع ہوا تھا۔ اور بڑے بڑے جلیل القدر علماء و فضلاء اکٹھے ہوئے تھے اور خلقِ کثیر بھی وہاں پہنچی تھی۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو پندرہ دن شور و غوغا کرنے کرانے کے باوجود حیات و وفاتِ مسیحؑ پر آپؑ کے ساتھ مناظرہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفاتِ مسیحؑ کے بارے میں بھی ایک لازوال چیلنج علماء کو دے رکھا ہے جس کی صحت کا ثبوت زمانہ دے رہا ہے۔ اور دیتا چلا جائے گا۔

وفاتِ مسیحؑ پر حضرت مسیح موعودؑ کا لازوال چیلنج و تحدّی

آپؑ نے تمام دُنیا کو مخاطب کر کے فرمایا :-

"یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اُترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اُن کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور اُن میں سے بھی کوئی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اُترتے نہیں دیکھے گی تب خدا اُن کے دِلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا۔ اور دُنیا دُوسرے

رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اُترا۔ تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے۔" (تذکرۃ الشہادتین ص۶۵ مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

آپؑ کی کامیاب و لاثانی تحقیق کا اثر و ردِ عمل

آپؑ کی اِس غیر معمولی قطعی و یقینی تحقیق کا اثر و نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک طرف علماء اسلام اِس مسئلہ کے بارے میں دُبک کر اور مرعُوب ہو کر رہ گئے اور دوسری طرف عیسائیت کے علمبردار وکلاء نے اسے عیسائیت کے لئے خطرۂ عظیم یقین کر کے اِس میدان کو خالی چھوڑ دیا۔ اور کوئی بھی ان میں سے مردِ میدان بن کر آپؑ کے سامنے آ کر حیاتِ مسیحؑ کا ثبوت پیش نہ کر سکا۔ مگر باوجود اس کے ہم دیکھ رہے ہیں کہ عوام و علماء، کیا مسلمان اور کیا مسیحی حضرات آج تک آسمان کی طرف نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔ لیکن اُن کی یہ اُمیدیں بر آتی نظر نہیں آتیں ؎

سر کو پیٹو آسماں سے اب کوئی آتا نہیں
عمرِ دُنیا سے بھی ہے اب آ گیا ہفتم ہزار

عیسیٰ بن مریم آسمان سے خاکی جسم کے ساتھ نازل نہیں ہوئے۔ اور اُن میں سے بہت سے یاس اور نا اُمیدی کا شکار ہو کر اس عقیدہ سے بدظن ہو رہے ہیں۔ اور محققین اس بارہ میں نئی نئی تحقیقات کی طرف اپنا رُخ پھیر رہے ہیں۔ بلکہ بعض نے تو اپنی تحقیقات کے نتائج سے دُنیا کو

آگاہ کرتے ہوئے وفاتِ مسیحؑ کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ اور بعض دُوسروں کی طرف سے تحقیق جاری ہے۔

تحریکِ احمدیت نے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کو یقین کی اس حد تک پہنچا دیا ہے کہ دُنیا اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ اِس تحریک کا یہ اثر ہُوا ہے کہ یا تو مسلمانوں نے وفاتِ مسیحؑ کو تسلیم کر لیا ہے یا اس کی طرف سے خاموش ہو گئے ہیں۔ یا پھر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ ہمیں حیات و وفاتِ مسیحؑ سے کیا غرض؟ اور اس کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟ وہ مرے یا جئے، اِسلام تو دینِ کامل ہے۔ وہ اِس بات کا محتاج نہیں کہ وہ مسیح کو زندہ ثابت کرے یا وفات یافتہ۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اُن کے علماء نے اِسی مسئلہ کی وجہ سے ہی حضرت اقدس علیہ السلام کے خلاف فتنے کھڑے کئے تھے۔ اور آپؑ پر کُفر کے فتوے لگا کر دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا تھا۔ اور یہ بات بھی اُن پر مخفی نہیں کہ حیاتِ مسیحؑ ہی کے عقیدہ نے مسلمانوں کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے۔ اور اُن کو کس حد تک مسیحیت کے سامنے جھکایا اور کمزور و مغلوب کیا ہے۔ اور تاحال وہ اِسی حربہ کے ذریعہ اُن پر وار پر وار کرتی چلی جا رہی ہے اور اس وجہ سے ایک طرف اِس حالت کو دیکھ کر اور دوسری طرف وفاتِ مسیحؑ کا اثر معلوم کر کے سنجیدہ محقق طبقہ آپؑ کی تحقیق کو صحیح پا کر اس سے متأثر ہو چکا ہے۔ اور ہو رہا ہے۔ اور حیاتِ مسیحؑ کے عقیدہ کو اسلام کے لئے خطرناک و مہلک ہتھیار یقین کر کے اس کو ترک کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔

حقیقت ہمیشہ پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ آخر صداقت کا بول بالا ہوتا ہے۔ محققین اور مشاہیر علماء حضرت اقدس علیہ السلام کے بیان کردہ نظریہ کو رفتہ رفتہ قبول کرنے کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔ اور وہ کھلے لفظوں میں وفاتِ عیسیٰؑ کا

اعتراف کرنے لگ گئے ہیں۔ جہاں مسلمانوں میں سے سمجھدار طبقہ حیاتِ مسیحؑ سے بیزار ہو رہا ہے وہاں عیسائیوں کا بھی محقق طبقہ اس کو ترک کر کے وفاتِ مسیحؑ کا قائل بن رہا ہے۔ اور یہ امر اہلِ اسلام کے حق میں مکدر فضا کو صاف کر رہا ہے۔

اب ہم اس جگہ مسلمانوں میں سے اکابر علماء و فضلاء و عقلاء و محققین اہلِ قلم و علم کی گراں قدر آراء و فتاویٰ درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ سو اُن میں سے بعض کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے تا وہ بھی اُن سے فائدہ اُٹھا کر اسلام کے حق میں فضا کو ساز گار بنانے کا باعث بنیں۔

علماء و اکابرِ ہند کا اعترافِ حقیقت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی والے معجز نما کلاں مترجم قرآن کریم کے دیباچہ میں مالک مطبع مولوی نور محمد صاحب کی رائے

انہوں نے تحریر فرمایا ہے :-

"اُسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بڑی جماعت لے کر اور حلف اُٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہوا۔ کیونکہ احکامِ اسلام و سیرتِ رسولؐ اور احکام انبیاءِ بنی اسرائیل اور اُن کی سیرت جن پر اس کا

ایمان تھا یکساں تھے۔ پس الزامی و نقلی و عقلی جوابوں سے ہار گیا۔ مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اُس کے خیال میں کارگر ہوا۔ تب مولوی غلام احمدؐ قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں۔ اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادتمند ہو تو مجھ کو قبول کر لو۔ اس ترکیب سے اُس نے لفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اُس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی"

(دیباچہ معجز نما کلاں قرآن کریم مترجم صفحہ ۳۰ مطبوعہ ۱۹۳۴ء)

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ ۲۵۰)

نوٹ: یہ عبارت اب اس قرآن کریم کی بعد کی طباعتوں میں سے نکال دی گئی ہے۔

سید سلیمان صاحب ندوی کی رائے

سید سلیمان صاحب ندوی وفاتِ مسیحؑ کے بارے میں حضرت امام ابن حزم کا مذہب بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سر سید مرحوم سے پہلے بھی کچھ علماء اس مسئلہ میں اُن کے ہم آہنگ گزرے ہیں۔ اور آج کل جو لوگ اس مسئلہ کو کفر اور اسلام کا معیار بنا رہے ہیں وہ افراط و تفریط

میں مبتلا ہیں۔"   (رسالہ معارف مارچ ۱۹۰۳ء)

مولوی عبدالقیوم صاحب ندوی کی رائے

آپ حدیث نبوی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :۔

"اے میرے رب! یہ میرے لوگ ہیں، کہا جائے گا کہ تم کو معلوم نہیں تمہارے بعد ان لوگوں نے کیا کیا۔ میں عرض کرونگا جیسے نیک بندے (حضرت عیسیٰؑ) نے عرض کیا تھا جب تک اے رب! میں اُن میں رہا اُن سے مطلع رہا۔ اور جب اے اللہ تُو نے مجھ کو وفات دے دی اُن پر تُو ہی نگران رہا۔"

(خطباتِ نبویؐ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور صفحہ ۱۵۸)

اسی طرح مسیح کی دوبارہ بعثت کے بارے میں ایک اور حدیثِ نبویؐ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ وہ پیدا ہوں گے نہ نازل۔ چنانچہ لکھا ہے :۔

"اس کے بعد عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام میری اُمتِ مسلمہ میں انصاف کرنے والے حاکم کی حیثیت میں پیدا ہوں گے۔"   (ایضاً)

سیّد حبیب صاحب ایڈیٹر اخبار سیاست لاہور کی رائے

سیّد صاحب موصوف نے لکھا ہے :۔

"غرض حیاتِ مسیحؑ ابتداء سے مختلف فیہ مسئلہ رہا ہے اور ایسے لوگ مرزا صاحب سے بہت پہلے موجود تھے جو مسیحؑ کی موت کے قائل تھے ..... لیکن جیسے میں پہلے عرض کر چکا ہوں حیات و مماتِ مسیح کے متعلق ہر مسلمان مطالعہ کے بعد اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے میں

آزاد ہے۔ اس کی یہ رائے نہ اُس کو کافر بنا سکتی ہے نہ مومن"۔
(تحریکِ قادیان صفحہ ۱۴۷)

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کی رائے

لکھتے ہیں:۔
"بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ قرآن مجید سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا گیا۔ اور نہ صلیب دی گئی۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ زندہ آسمان پر اُٹھائے گئے۔ اور اب تک زندہ موجود ہیں۔ بلکہ قرآن مجید میں یہ ہے کہ اَے عیسیٰ ہم تم کو وفات دیں گے۔ پھر اپنے پاس تمہارا درجہ بلند کریں گے یا اپنے پاس اُٹھا لیں گے۔ مگر پہلے وفات کا لفظ ہے جس کے معنی مرنے کے ہیں"۔
(اخبار منادی دہلی ۱۸ ستمبر ۱۹۳۶ء صفحہ ۱۶)

ڈاکٹر سر محمد اقبال لاہور کی رائے

لکھا ہے:۔
"جہاں تک میں اس تحریک کا مطلب سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک فانی انسان کی مانند جامِ مرگ نوش فرما چکے ہیں۔ نیز یہ کہ اُن کے دوبارہ ظہور کا مقصد یہ ہے کہ رُوحانی اعتبار سے اُن کا ایک مثیل پیدا ہوگا کسی حد تک معقولیت کا پہلو لئے ہُوئے ہے"۔
(مجاہد ۱۳ فروری ۱۹۳۵ء)

یہی بات اُن کی اپنی کتاب میں بھی درج ہے۔ لکھا ہے :-

"جہاں تک مَیں نے اِس تحریک کے منشا کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیحؑ کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعتِ مسیح گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو رُوحانی حیثیت سے اُس کا مشابہ ہے اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے۔" (رسالہ علامہ اقبالؒ کا پیغام ملّتِ اسلامیہ کے نام صفحہ ۲۲، ۲۳)

نیز لکھا ہے ؎

میناِر دل پہ اپنے خدا کا نزول دیکھ
اب انتظارِ مہدی و عیسیٰ بھی چھوڑ دے

(باقیاتِ اقبالؒ صفحہ ۴۵۱)

مگر ایک مُصلح کے متعلق اُن کا یہ شعر مشہور ہے کہ ؎

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (اقبال نامہ ملتؔ)

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری ایڈیٹر اخبار اہلحدیث کی رائے

"حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے سے بھی یہی مُراد ہے کہ وہ محفوظ جگہ جا پہنچے۔ اِس سے بھی خدا کا محدود المکان ہونا کیونکر لازم آیا!" (ترکِ اسلام صفحہ ۴۹)

مولانا ابوالکلام آزاد کی رائے

جب کسی غیر احمدی نے مسئلہ حیات و وفاتِ مسیحؑ کے بارے میں مولانا

صاحب موصوف سے استفسار کیا تو انہوں نے لکھا کہ :۔

"وفاتِ مسیح کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے۔" (ملفوظاتِ آزاد)

پھر لکھا ہے :۔

"حیاتِ مسیح کا عقیدہ اپنی نوعیت میں ہر اعتبار سے ایک مسیحی عقیدہ ہے اور اسلامی شکل و لباس میں نمودار ہوا ہے۔"

(نقشِ آزاد مرتبہ مولانا غلام رسول صاحب مہر ناشر کتاب منزل لاہور)

لفٹننٹ کرنل خواجہ عبد الرشید صاحب ایم۔ اے کی رائے

لکھا ہے :۔

"چونکہ علماءِ اسلام نے جن میں متعدد اہلِ کتاب بھی تھے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ اب مفسرین کے لئے یہ دقت پیش آئی کہ انہیں طبعی موت مارنے کے لئے واپس کس طرح لایا جائے چنانچہ رجوع الارض کو ثابت کرنے کے لئے اُن کو بطور قیامت کی نشانی کے پیش کیا گیا۔"

(ہفت روزہ چٹان لاہور یکم دسمبر ۱۹۵۸ء بحوالہ الفضل ۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء)

مجلس اشاعتِ اسلام حیدر آباد کی رائے

اس مذکورہ مجلس کی اجازت سے مولوی ابو الجمال احمد صاحب نے "حکمتِ بالغہ" کتاب شائع کی ہے جس کی جلد ۲ صفحہ ۱۳۷ پر لکھتے ہیں :۔

"حدیث شریف میں دجّال کو مسیح کہا گیا ہے۔ مسیح مشتق ہے مساحت سے اور مساحت کے معنی ہیں زمین ناپنا تو دجّال کو مسیح

کا لقب اس لئے دیا گیا کہ وہ تمام کرۂ ارض کو ناپ ڈالے گا..... دجّال کی یہ تعریف بھی اہلِ یورپ اور اُن کے پادریوں پر منطبق ہو جاتی ہے جنہوں نے زمین کا چپہ چپہ ناپ ڈالا اور جہان بھر کو چھان مارا۔ اور حضرت عیسیٰؑ بن مریم کو بھی اسی مناسبت سے مسیح کہا گیا ہے کہ وہ ایک جگہ جم کر سکونت گزیں نہیں رہے بلکہ جب تک زندہ رہے کبھی یہود کے خوف سے کبھی کسی وجہ سے ہر طرف پھرا کرتے تھے۔"

خواجہ عبدالحی صاحب کی رائے

جامعہ ملیہ دہلی کی ایک تصنیف "نبیوں کے قصے" مصنفہ خواجہ عبدالحی کے صفحہ ۷۹ پر لکھا ہے:-

"دشمنوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی تدبیر یہ تھی کہ حضرت عیسیٰؑ اور اُن کی والدہ مریمؑ کو ایک اونچی جگہ پر پناہ دی۔ جو رہنے کے لائق اور شاداب تھی۔ وہ دونوں اللہ کی نشانی تھے۔"

وفاتِ مسیح کے متعلق مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا دبی زبان سے اعتراف

لکھا ہے:-

(۱) "حیاتِ مسیحؑ (ناصری) اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔ قرآن کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا۔"

(تقریر مولینا مودودی صاحب اچھرہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء)

(۲) "قرآن کریم کی رُوح سے زیادہ مطابقت اگر کوئی طرزِ عمل رکھتا ہے

تو وہ صرف یہی ہے کہ رفع جسمانی کی تصریح سے اجتناب کیا جائے
اور موت کی تصریح سے بھی۔" (تفہیم القرآن مودودی صاحب جلد اوّل ص۴۲۱
ایڈیشن دوم ۱۹۵۲ء مطبوعہ مرکنٹائل پریس لاہور)

(۳) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تفسیر میں لکھا ہے :-

"قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و رُوح کے ساتھ کرۂ زمین میں سے اُٹھا کر آسمان پر لے گیا اور نہ ہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف اُن کی رُوح اٹھائی گئی اس لئے قرآن کی بنیاد پر تو ان میں سے کسی ایک پہلو کی قطعی نفی کی جا سکتی ہے نہ اثبات۔" (تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۵)

جب احمدیوں کی طرف سے اُن کے اس گول مول جواب پر گرفت کی گئی تو انہوں نے کہدیا کہ

"اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ یعنی حضرت مسیحؑ وفات پا چکے ہیں یا زندہ موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہیں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اُٹھا لانے پر قادر ہے۔"

(رسالہ ختم نبوت صفحہ ۵۴)

مگر اُن کا یہ خیال بودا ہے کیونکہ قرآن کریم کی آیت وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ اور يُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ کے صریح خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے کہ جس بستی کو ہم ہلاک کر دیتے ہیں اس کو دوبارہ زندہ کرنا ہم نے حرام کر رکھا ہے۔ اور یہ کہ جس جان پر اللہ موت وارد کر دیتا ہے اُسے روکے ہی رکھتا ہے۔ اور اُسے دُنیا میں واپس نہیں بھیجتا۔ پس مودودی صاحب کا خیال کہ کوئی انسان زندہ ہو کر واپس آسکتا ہے اور مسیحؑ بھی زندہ ہو کر واپس آسکتے ہیں خلافِ قرآن کریم ہونے کی وجہ سے باطل اور مردود ہے۔

پھر لکھتے ہیں :۔

" قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ اُن کو جسم و رُوح کے ساتھ کرۂ زمین سے اُٹھا کر آسمان پر کہیں لے گیا اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی وفات پائی اور صرف اُن کی رُوح اٹھائی گئی "۔

(تفہیم القرآن جلد اوّل صفحہ ۲۴۵)

گویا آپ نے جسمانی رفع کے قائلین پر ایک چوٹ کی ہے جو قرآنِ کریم سے اُن کے رفعِ جسمانی کو پیش کرتے ہیں۔

مولوی غلام احمد صاحب پرویز ایڈیٹر ماہنامہ طلوعِ اسلام لاہور کی رائے

وہ اپنی تصنیف شعلۂ مستور میں لکھتے ہیں :۔

" تصریحاتِ بالا سے یہ حقیقت سامنے آگئی کہ قرآن کریم نے کس طرح یہودیوں اور عیسائیوں کے اِس خیال اور باطل عقیدہ کی تردید کر دی ہے کہ حضرت مسیحؑ کو صلیب دیا گیا تھا۔ باقی رہا عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ آپ زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے تو قرآن سے اس کی بھی تصدیق نہیں ہوئی۔ اُس میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے دوسرے رسولوں کی طرح اپنی مدّتِ عُمر پُورا کرنے کے بعد وفات پائی۔ سورۂ آلِ عمران کی جو آیت اُوپر درج کی جا چکی ہے اُس میں وفات کا ذکر صاف طور پر موجود ہے "۔

غرضکہ یہ عقیدہ باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر کے بعض غیر احمدی فرقوں کا بھی مسلّمہ عقیدہ بن چکا ہے۔ غلام احمد صاحب پرویز کے ساتھ اُن کی جماعت اہلِ قرآن کا بھی یہی عقیدہ ہو چکا ہے۔

مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی مُدیر صدق جدید لکھنؤ کی رائے

جناب مولانا عبد الماجد صاحب دریابادی اپنے اخبار صدقِ جدید کی اشاعت ۱۷/۶/۱ میں رسید کتب کے زیرِ عنوان صفحہ پر ایک کتاب "قرآنی اشارات تواریخ نامہ" پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"مقصد نیک ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ عموماً مرتب صاحب اپنی کوشش میں کامیاب بھی رہے ہیں۔ لیکن یہ کامیابی سو فیصدی نہیں کہی جا سکتی۔ مثلاً ص۲۳ کے وسط میں سورۃ النساء کی جو آیت یَسْئَلُکَ اَھْلُ الْکِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰباً من السماء درج کی ہے۔ اس کی تصریح میں حضرت عیسیٰؑ کو "پھانسی" چڑھانے کا ذکر ہے۔ صحیح لفظ "سُولی" تھا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو زندہ اُٹھا لینے کی بھی صراحت قرآن مجید میں نہیں"۔

برِّصغیر ہند و پاکستان کے مشہور صاحبِ قلم علّامہ نیاز فتحپوری کی رائے

وہ حضرت ادریس علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک مخالف معترض کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"ناسخ و منسوخ اور وفاتِ عیسیٰؑ کے متعلق انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ہمارے بعض علماء متقدمین کو بھی اتفاق

ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ مرزا صاحب نے حالاتِ حاضرہ کے پیشِ نظر اسے زیادہ زور اور قوّت کے ساتھ پیش کیا ہے۔" (ماہنامہ نگار لکھنؤ اگست ۱۹۵۹ء)

وفاتِ مسیح کے متعلّق

عُلماءِ بلادِ اسلامیہ مصر۔ شام و عرب

کا

اعترافِ حقیقت!

علّامہ رشید رضا مصر کی رائے

اسلامی دُنیا میں علاّمہ رشید رضا سابق مفتی مصر کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ جب وہ ہندوستان میں ندوۃ العلماء کے جلسہ میں شمولیت کے لئے مدعو کئے گئے اور وہ یہاں آئے تو اُن کے اعزاز کے طور پر سب علماءِ دیوبند نے مل کر اُن کے ڈبّہ کو چلانے کے لئے دھکیلا تھا۔ علاّمہ موصوف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کے سخت مخالف تھے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اُن کو عربی میں فصیح و بلیغ کتاب اپنے مقابلہ پر لکھنے کا چیلنج دیا تھا۔ اور "الھُدیٰ وَالتّبصرۃ لِمَن یریٰ" عربی میں شائع کر کے اُن کو بھیجی تھی۔ لیکن وہ اس کے مقابلہ پر لکھنے سے عاجز رہے۔ مگر حضورؑ کی تحریرات کا اُن پر اس قدر اثر ہُوا کہ وہ وفاتِ مسیح اور کشمیر

میں قبرِ مسیحؑ کے موجود ہونے کے عقلاً و نقلاً قائل ہو گئے۔ انہوں نے حضورؑ کے انکشاف سے متأثر ہو کر حضورؑ کی تحریرات کی روشنی میں ایک طویل مضمون "القول بھجرۃ المسیح الی الھند وموتہ فی بلدۃ (سری نگر) فی کشمیر" یعنی "سرزمینِ ہند کی طرف حضرت مسیحؑ کی ہجرت اور سری نگر کشمیر میں وفاتِ مسیحؑ کی تحقیق" کے زیرِ عنوان لکھا جس کا خلاصہ یوں دیا ہے :-

فـفـرارہٗ الی الھند وموتہٗ فی ذٰلک البلد لیس ببعیدٍ عقلاً ولا نقلاً"۔

(رسالہ "المنار" صفحہ ۹۰۰ تا ۹۰۱ جلد ۱۵ و تفسیر المنار جلد ۲ صفحہ ۴۳)

یعنی مسیحؑ ناصری کا ہندوستان کی طرف ہجرت کر کے چلے جانا اور شہر سری نگر میں وفات پا جانا عقل و نقل کی رُو سے کچھ بعید نہیں۔

مشہور علّامہ محمد عبدہٗ مفتی دیارِ مصر کی رائے

یہ مصر کے ایک مشہور عالم ہیں جنہوں نے ازہر یونیورسٹی کی ترقی کے لئے بڑے بڑے تعمیری کام کئے ہیں۔ اور کئی مستشرقین نے ان کے کارناموں کا اعتراف کیا ہے۔ اور حجۃ الاسلام اور شیخ الاسلام کے خطابات سے نوازے گئے ہیں۔ اُن کے شاگردوں کا سلسلہ بہت وسیع تھا۔ اور وہ بلادِ عربیہ میں خاص عزّت و احترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ انہوں نے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس کے نقطۂ خیال کو تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے :-

"التوفّی ھنا الاماتۃ کما ھو الظاھر المتبادرُ"۔ (المنار)

یعنی توفّی کے لفظ کے یہاں معنی مارنے اور موت دینے کے ہیں۔ اور یہی معنی

سیاق وسباقِ آیت سے ظاہر ہیں۔ اور انسانی ذہن بھی انہی معنوں کو قبول کرتا ہے۔

علامہ الشیخ عبدالقادر المغربی کی رائے

یہ شیخ محمد عبدہٗ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ اپنے استاد کی اتباع میں ان کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ وہ اس مسئلہ میں احمدیت کے نقطۂ نظر کی تائید وحمایت بڑی بڑی علمی مجالس میں برملا کیا کرتے تھے۔

علامہ استاد مصطفیٰ المراغی سابق رئیس جامعہ ازہر مصر کی رائے

علامہ موصوف بھی ازہر یونیورسٹی کے رئیس اعظم تھے اور اُن کے ہاتھ میں ازہر یونیورسٹی کی قیادت تھی۔ آپ نے اپنی تفسیر قرآن کریم المراغی نامی میں لفظ توفّی کے متعلق تحریر فرمایا ہے :-

"واذ قال الله یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ- وفی ھٰذا بشارۃ بنجاتہ من مکرھم وابتغاء اجلہ وانّھم لاینالون منہ ما کانوا یریدون بمکرھم وخبثھم- وانّ التوفّی ھو الاماتۃ العادیۃ وانّ الرفع بعدہٗ للرّوح والمعنیٰ انی مُمیتك وجاعلك بعد الموتِ فی مکانٍ رفیعٍ عندی کما قال فی ادریس علیہ السلام ورفعناہ مکاناً علیّاً۔"

(تفسیر المراغی الجزء الثالث صفحہ ١٦٥)

ترجمہ: " اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعك الیّ کی آیتِ قرآنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خوشخبری دی گئی ہے کہ اللہ تعالےٰ آپؑ کو یہود کی سازش سے نجات دے گا۔ اور آپؑ کی عُمر کو طبعی طور پر پُورا کیا جائے گا۔ یہود اپنے مکر اور خبث سے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو جو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، نہ پہنچا سکیں گے۔ تَوَفِّیْ کے معنی حسب معمول موت کے ہیں۔ رَفَعَ کے معنی آپ کی وفات کے بعد رُوح کا رفع ہونا ہے۔ اس آیت کے معنی اب یوں ہوتے ہیں کہ

میں تجھ کو وفات دوں گا اور وفات کے بعد تجھ کو اپنے حضور بلند ترین درجہ دوں گا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ادریس علیہ السّلام کے متعلق فرمایا ورفعناہ مکاناً علیاً یعنی ہم نے ادریس علیہ السّلام کو بلند درجہ عطا فرمایا "

یہ اُس عالم کی رائے ہے جو سارے مصر میں واجب التعظیم سمجھا جاتا تھا اور جس کے ہاتھوں کو خواص وعوام۔ زعماء و امراء و وزراء تک بوسہ دیتے تھے۔ اور جس کا قرآن کریم کا درس خاص وقعت سے دیکھا جاتا تھا۔ اور جس کے سامنے کسی دوسرے عالم کو دَم مارنے کی جرأت نہ تھی۔

پھر لکھا ہے:۔

" آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ کو وفات دیکر پھر رفع فرمایا ہے۔ اور وفات کے بعد رفع سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُن کے درجات بلند ہوئے جیسا کہ

حضرت ادریس کے متعلق آیت ورفعناہُ مکاناً علیاً میں مُراد ہے۔"

(کتاب الفتاوٰی مطبوعہ مصر صفحہ ۷۴)

علامہ محمود شلتوت سابق ریکٹر جامعہ ازہر قاہرہ مصر کی رائے

استاد محمود شلتوت کے نام سے کون ناواقف ہے۔ جس وقت انہوں نے وفاتِ مسیحؑ کا فتویٰ دیا اس وقت وہ فتویٰ کمیٹی کے صرف ممبر تھے۔ مگر بعد میں وہ رئیس الازہر کے عہدہ پر پہنچ گئے اور بڑے مقبول ہوئے۔ اسلامی ممالک میں آپ کو انتہائی عزت کی نگاہ سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک شخص کے استفسار پر اپنا فتویٰ ایک گراں قدر مضمون کی صورت میں "الرسالہ" ۱۳ر مئی ۱۹۴۲ء جلد ۱ ص ۶۴۲ میں اور پھر قدیم اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر قاہرہ مصر کے علمی ماہنامہ "المجلۃ" فروری ۱۹۶۰ء میں شائع کرایا۔ جس میں وفاتِ عیسیٰؑ کا اعلان کیا گیا ہے۔ انہوں نے قرآن کریم کی آیات ومکروا ومکر اللہ و اللہ خیر الماکرین اور انی متوفیک ورافعک الیّ اور وما قتلوہُ وما صلبوہُ ولکن شُبّہ لھم ...... بل رّفعہ اللہ الیہ اور فلمّا توفّیتنی کنتَ انتَ الرقیب علیھم پر طویل بحث کرکے جو نتیجہ دیا ہے اس کا خلاصہ ہم اُن کے اپنے الفاظ میں ان کے مذکورہ فتاوٰی سے مع ترجمہ درج کر دیتے ہیں۔

"رفع عیسٰی لیس عقیدۃ یکفر منکرھا۔ والخلاصۃ من

هٰذا البحث :-

(۱) " انه لیس فی القرآن الکریم و لا السُّنّة المُطهّرة مستند یصلح لتکوین عقیدة یطمئنّ الیها القلب بانّ عیسٰی رُفع بجسده الی السّماء وانّه حیّ اِلی الاٰن فیها "

(۲) " انّ کلّ ما تفیده الاٰیات الواردة فی هٰذا الشان هو وعد اللّٰه عیسٰی بانّه متوفّیه اجله ورافعه الیه وعاصمهٗ من الّذین کفروا و انّ هذا الوعد قد تحقّق فلم یقتله اعداءهٗ و لم یصلبوه ولٰکن وفّاه اللّٰه اجله و رفعهٗ الیه "

(۳) " انّ من انکر انّ عیسٰی قد رفع بجسمه الی السّماء و انّه فیها حیّ الی الاٰن و انّه سینزل منها اٰخر الزمان فانّه لایکون لذٰلك منکرًا لما ثبت بدلیل قطعیٍّ فلایخرج عن اسلامه و ایمانه ولاینبغی ان یحکم علیه بالرّدّة بل هو مسلم مؤمن "

(۴) " اذا مات فهو من المؤمنین یصلّی علیه کما یصلّی علی المؤمنین و یدفن فی مقابر المؤمنین ولا شیة فی اِیمانه عند اللّٰه و اللّٰه بعباده خبیر بصیر "

(مجموعة الفتاوی شائع کرده الادارة العامّة للثقافة الاسلامیّة بالازهر ۵۸ء)

نوٹ :- مفصّل فتوٰی مع اُردو ترجمہ الگ بھی شائع شدہ موجود ہے ؏

ترجمہ:۔ (الف) قرآن کریم اور مستند و صحیح احادیث میں ہرگز کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا جس پر ہم اس عقیدہ کی بنیاد رکھ سکیں اور دل بھی مطمئن ہو کہ عیسیٰ (علیہ السّلام) اپنے مادی جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھا لئے گئے تھے۔ اور وہ اب تک بقید حیات ہیں اور زندہ رہیں گے۔ اور وہ آخری زمانہ میں زمین پر دوبارہ نزول فرمائیں گے۔

(ب) متعلقہ آیات سے صرف یہی مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ عیسیٰ علیہ السّلام کو طبعی وفات دیکر ان کا رفعِ درجات فرمائے گا۔ اور کافروں (کے الزامات) سے انہیں پاک کرے گا۔ یقیناً یہ وعدہ حرف بحرف پُورا ہُوا۔ اور اس کے مطابق مسیحؑ نہ تو قتل کئے گئے۔ اور نہ ہی دشمن کے ہاتھوں صلیب پر مارے جاسکے بلکہ انہوں نے پُوری زندگی گزاری۔ اور اللہ کے حضور سرفرازی سے نوازے گئے۔ اللہ نے انہیں وفات دی اور اُن کا رفع اپنی طرف کیا۔

(ج) پھر لکھا ہے کہ:۔ اس عقیدہ کا انکار کہ عیسیٰؑ کو اُن کے جسم کے ساتھ آسمان پر لے جایا گیا۔ جہاں وہ اب تک زندہ ہیں اور وہاں سے وہ آخری زمانہ میں زمین پر نازل ہوں گے۔ کسی مسلمان کو دائرۂ اسلام یا دائرۂ ایمان سے خارج نہیں کرتا۔

جو لوگ اس عقیدہ پر جرح یا تنقید کرتے ہیں۔ اُن کے خلاف ارتداد کا فتویٰ لگانے کا کوئی جواز نہیں بلکہ ایسا کرنا بے انصافی ہوگی۔

وفاتِ مسیحؑ کا عقیدہ رکھنے والے لوگ مسلمان ہیں اور مؤمن باہیں۔

(۵) اُن کے ساتھ نہ صرف ان کی زندگی میں بلکہ موت کے بعد بھی وہی سلوک کرنا چاہیئے جو کسی مسلمان یا مؤمن سے کرنا فرض ہے کیونکہ عقیدہ حیاتِ مسیحؑ کا انکار انسان کو دائرۂ اسلام سے ہرگز خارج نہیں کرتا۔

علماء کی طرف سے خدشہ کا اظہار

شیخ الازہر علامہ محمود شلتوت کا یہ فتویٰ "الرسالہ" میں شائع ہونا تھا کہ ہر خاص و عام پر اس کا اثر پڑا۔ اس بات کے لئے سرکاری وسائل اختیار کئے گئے کہ استاد محمود شلتوت اپنے فتویٰ کو واپس لے لیں۔ اور اپنی رائے تبدیل کر لیں علماء کی مجالس میں اُن دنوں اس بارہ میں خوب گہما گہمی تھی۔ کچھ [illegible]ی جرأت اور دلیری سے الشیخ شلتوت کی تائید کر رہے تھے۔ دوسری طرف بعض دیگر علماء اس فتویٰ کے دُور رس نتائج سے گھبرا رہے تھے۔ اُن ایام میں مصری پریس میں اس فتویٰ کا کافی چرچا رہا۔

یہ فتویٰ ایک ہندوستانی احمدی نے مفتی جامعہ ازہر سے طلب کیا تھا۔ جو استاذ محمود شلتوت کے سپرد کیا گیا۔ انہوں نے اپنا فتویٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے حق میں دیا۔

شیخ عبد اللہ محمد صدیق اپنی کتاب "اقامۃ البرہان علیٰ نزول عیسیٰ فی آخر الزمان" میں تحریر کہتے ہیں:۔

(۱) "یہ ہندوستانی اس استفسار سے صرف مستفید ہونا نہیں چاہتا تھا بلکہ وہ تو باقاعدہ اس فتویٰ کو قانونی طریقہ سے حاصل

کر کے اپنے دعاوی کے اثبات میں بطور دلیل اور سند بنانا چاہتا تھا۔ اس کا یہ حیلہ کارگر ہو گیا۔ اور عجائبات عالم میں ایک عجوبہ ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ حیلہ اپنی نوعیّت کے لحاظ سے اوّل نمبر پر ہے۔ یہ وہ عجوبہ ہے جس کے ذریعہ سے ایک اندھے ہندوستانی نے ایک عالم کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا .... اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ فتویٰ اس وجہ سے ایک بہت بڑی مصیبت اور اہم واقعہ ہے۔"

(۲) "قادیانی جماعت نے اس فتویٰ کو اپنے لئے بطور ایک دلیل اور ہتھیار کے اختیار کر لیا ہے۔ اس فتویٰ کو لے کر وہ مسلمانوں کے پاس جا کر اُن کے خیال کو غلطی پر محمول کرتے ہیں۔ اور وہ خوش اور مسرور ہیں۔ اور وہ کامیاب اور فتح مند انداز میں کہتے ہیں " ھا ھوذا الازھر یوافقنا و یخالفکم فلیس عیسٰی بحیٍّ ولا ھو مرفوع ولا ھو نازل کما تزعمون فاین تذھبون۔" یعنی دیکھو اور توجہ سے سنو! کہ ازہر یونیورسٹی ہماری تائید کر رہی ہے۔ اور تمہاری مخالفت۔ عیسیٰؑ نہ تو زندہ ہیں نہ ہی اُن کو آسمان پر اُٹھایا گیا ہے اور نہ ہی وہ آسمان سے تمہارے زعم کے مطابق نازل ہوں گے۔ تم کن خیالات میں جولانی کر رہے ہو۔"

(۳) استاذ شلتوت کے متعلق تحریر کیا گیا کہ :-

"ہم نے اس فتوٰی اور ان کے حالات کو دیکھا اور حضرت مفتی صاحب سے وہ سب کچھ بیان کر دیا جو اس فتوٰی کی بابت سُنا اور دیکھا اور اس کی وجہ سے جو کچھ ہُوا اور جو آئندہ ہوگا اس کا بھی ذکر کر دیا۔"

علّامہ مفتی صاحب کی طرف سے جواب

مگر مفتی صاحب نے اس کا یہ جواب دیا کہ

"اَنا ابدیت رأیاً ولا یضرّنی ان اوافق القادیانیۃ او غیرھم۔" یعنی مَیں نے تو اپنی رائے کا اظہار کر دیا ہے۔ مجھے قادیانی جماعت یا کسی اَور کی تائید ضرر نہیں پہنچا سکتی۔"

(۴) "بعض اوقات مصلحتِ عامّہ اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ آراء کو ظاہر نہ کیا جائے ان کو طاقِ نسیان میں رکھ دیا جائے حضرت مفتی صاحب عالَمِ مرّیخ میں زندگی بسر نہیں کرتے کہ ان کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ اُن کو زمانہ کے حالات کا علم نہیں۔ سرزمینِ ہند میں ایک گروہ قادیانی فرقہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس کی بحث اور کلام کا نقطۂ مرکزیّہ وفاتِ عیسیٰؑ اور عدمِ رفع عیسیٰؑ ہے۔"

مصر کے مشہور علّامہ اور فاضلِ اسلامیات جناب عبدالکریم شریف کی رائے

انہوں نے ۱۹۵۱ء میں ایک علمی تصنیف "النفخة الاولیٰ من التاویل" میں وفاتِ مسیح کا ذکر بڑے ہی مؤثر اور احسن پیرایہ میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"والمسیح علیہ السّلام طبعا وکما یذکر القرآن قد توفّاہ اللّٰہ ورفعہ الیہ وطهّرہ مثل ما یتوفّانا ویرفعنا الیہ ویطهّرنا...... وهل فی ذٰلك من شكّ؟ ولٰکن تعال واقرأ الاٰیة الکریمة التّالیة وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا"

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو طبعی لحاظ سے اور جیسا کہ قرآن کریم نے بھی بیان کیا ہے خدا تعالےٰ نے اُن کو قطعی طور پر اسی طرح وفات دی ہے جس طرح وہ ہمیں وفات دیتا ہے اور اُن کے درجات کو بلند کیا ہے اور اُن کو الزامات سے ایسا ہی بری

فرمایا ہے جیسا کہ وہ ہمارا رفع اور تطہیر فرماتا ہے۔ کیا اس بارے میں کسی قسم کا بھی کوئی شک وشبہ ہو سکتا ہے؟ اور پھر وہ قرآن کریم کی مذکورہ آیت پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

استاد موصوف نے رفع کے ان معنوں کو کہ وہ ظاہری جسم کے ساتھ اُٹھا لئے گئے تھے قطعاً باطل قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ان معنوں کو قبول کر لیا جائے تو صرف حضرت عیسیٰؑ ہی کا نہیں بلکہ تمام مومنوں کا رفع بھی اسی جسم خاکی ہمیت ماننا پڑے گا۔

وہ مزید تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"یاد رہے کہ ہماری اور انبیاء کی ہڈیوں اور گوشت پوست کی ترکیب و بناوٹ بالکل ایک جیسی ہے۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان کی وفات کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شک پیدا کیا جا سکے۔"

یہ ایک مشہور عالم عرب اور فاضل اسلامیات کی رائے ہے۔ بعض علماء غلطی سے اس آیت سے حیاتِ مسیحؑ کا استنباط کرتے ہیں۔ لیکن عالم عرب اسی آیت سے وفاتِ مسیحؑ ثابت کرتا ہے۔

مشہور علامہ استاد عبد الوہاب نجار کی رائے

علامہ موصوف "اصول الدین کالج" میں تاریخ اسلام کے قابل پروفیسر ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور تصنیف قصص الانبیاء کے چوتھے ایڈیشن

فرمایا ہے جیسا کہ وہ ہمارا رفع اور تطہیر فرماتا ہے۔ کیا اس بارے میں کسی قسم کا بھی کوئی شک وشبہ ہو سکتا ہے؟ اور پھر وہ قرآن کریم کی مذکورہ آیت پر غور کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

استاد موصوف نے رفع کے ان معنوں کو کہ وہ ظاہری جسم کے ساتھ اُٹھا لئے گئے تھے قطعاً باطل قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ان معنوں کو قبول کر لیا جائے تو صرف حضرت عیسیٰؑ ہی کا نہیں بلکہ تمام مومنوں کا رفع بھی اسی جسم خاکی سمیت ماننا پڑے گا۔

وہ مزید تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:-

"یاد رہے کہ ہماری اور انبیاء کی ہڈیوں اور گوشت پوست کی ترکیب و بناوٹ بالکل ایک جیسی ہے۔ اِس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان کی وفات کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شک پیدا کیا جا سکے۔"

یہ ایک مشہور عالِم عرب اور فاضل اسلامیات کی رائے ہے۔ بعض علماء غلطی سے اس آیت سے حیاتِ مسیحؑ کا استنباط کرتے ہیں۔ لیکن عالِمِ عرب اِسی آیت سے وفاتِ مسیحؑ ثابت کرتا ہے۔

مشہور علامہ استاد عبد الوہاب نجار کی رائے

علامہ موصوف "اُصول الدین کالج" میں تاریخِ اسلام کے قابل پروفیسر ہیں۔ انہوں نے اپنی مشہور تصنیف قصص الانبیاء کے چوتھے ایڈیشن

۱۹۵۶ء میں زیر آیت قرآنی وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (مائدہ:۱۱۸) یہ عنوان قائم کرکے کہ "موقف المسیح فی یوم الآخر" یعنی آخرت کے دن مسیح علیہ السلام کی کیا پوزیشن و موقف ہوگا؟ لکھا ہے کہ:-

"وانّه كان يراقبهم ويسدّدهم بالنّصائح الى وفاته۔ وبعد ذلك كان الله الرّقيب عليهم"

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے متبعین کی نگرانی اور اصلاح و نصائح اپنی وفات تک کرتے رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان کا نگران تھا۔

اس میں ان کی طرف سے صاف اعتراف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں۔

علامہ اُستاد احمد عجوز کی رائے

لبنان میں بیروت کے مشہور ترین عالم استاد احمد عجوز ہیں۔ اُن کے سپرد کئی مذہبی فرائض ہیں۔ وہ محکمہ اوقاف کی مرکزی کمیٹی کے نہ صرف عہدیدار اور ممبر ہیں بلکہ جنوبی لبنان کے جملہ مدارس دینیہ کا انتظام بھی اُن کے سپرد ہے۔ اور کئی اہم کاموں میں وہ مفتیٔ لبنان کے معاون و مددگار ہیں۔ اُنہوں نے مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ شام ولبنان کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام یقیناً وفات پا چکے ہیں۔ اور اقرار کیا کہ حیاتِ مسیح کا عقیدہ باطل ہے اور اِس خیال

سے عیسائیوں کو فائدہ اور مسلمانوں کو سراسر نقصان پہنچ رہا ہے اور مسلمان خواب غفلت میں پڑے ہیں۔ اور وفاتِ مسیحؑ کے بارے میں اپنی طرف سے ایک تحریر لکھ دی جس کا فوٹو مکرم شیخ صاحب نے لیا اور اس کا عکس بھی شائع کر دیا۔ علامہ احمد عجوز کی اصل تحریر جماعتِ احمدیہ کے پاس بیروت مشن کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کی اصل عبارت حسبِ ذیل ہے :-

"ان السیّد المسیح قد مات فی الارض حسب قول اللہ تعالیٰ انی متوفّیك ای مُمیتك والموت امرٌ کائن لا محالۃ اذ قال اللہ عن لسانہ والسّلام علیّ یوم وُلدتُّ و یوم اَموتُ ۔

(احمد العجوز)

یعنی اللہ تعالیٰ کے ارشاد "اِنّی مُتَوَفِّیکَ" کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر ہی وفات پا چکے ہیں۔ مُتَوَفِّیکَ کے معنی ہیں تجھ کو وفات دوں گا۔ وفات یقیناً ایک واقع ہونے والی چیز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر ہی فرمایا ہے کہ " وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ "۔

عکسِ عبارت مذکورہ ملاحظہ ہو صفحہ ۶۸ پر :-

ان السيد المسيح قد مات
في الارض حسب قول الله تعالى
تعالى اني متوفيك اي مميتك
والموت امر كائن لا محالة اذ
قال الله عن لسانه والسلام
عليّ يوم ولدت ويوم اموت

احمد البجور

مشہور مصری علّامہ ڈاکٹر احمد زکی ابوشلومی کی رائے

آپ نے ارجن ٹائن کے عربی رسالہ "المواهب" مارچ ۱۹۵۵ء میں ایک تحقیقی علمی مضمون "هل القرآن معجزة" کے زیرِ عنوان تحریر کیا ہے اِس مضمون میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے موتف کو اِس طرح بیان فرمایا ہے :-

"وقول القرآن بلسان عيسىٰ فى سورة مريم" وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا"۔ لاينقضه قوله فى سورة النّساء "وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ"۔ والاسلام يعرف انّ الله فى كلّ مكان۔ و انّه نور السّمٰوٰت و الارض۔ فعبارة "رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ" ليست بمعناها المادى اى رفعه الى السماء حسب تفكير المسيحيّين مثلا و انّما معنىٰ "رفع" هنا هو أخذ فإنّ الله سبحانهٗ و تعالىٰ أنقذ المسيح عليه السّلام حتّى اذا ما دفن تمكن تلاميذه ليلًا من اخراجه من اللحد ومعالجته سرًّا الى ان تمالك عافيته وارتحل شرقًا فى امان مبشّرًا بمبادئه الانسانية الرفيعة حتّى توفّاه الله فالرفع هنا بمعنى الاخذ والتكريم

خفیة بعکس حقارة الموت صلبا کما یقتل
المجرمون او التفاسیر الاخریٰ الّتی اخذ بہا بعض
الشراح المسلمین ھی اقرب الی التفاسیر الشعریة
منہا الی المنطق السلیم لان ثقافة اصحابہا
العلمیہ محدودة "۔ (المواھب اذار ۱۹۵۵ء)

یعنی سورۃ مریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے جو قول قرآن کریم میں " والسلام علیّ یوم ولدتُّ ویوم اموتُ ویوم ابعث حیًّا " وارد ہوا ہے وہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد " وما قتلوہ وماصلبوہ ..... بل رفعہ اللہ الیہ " کے منافی نہیں۔ اسلام اس امر کو بخوبی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ اور وہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ پس رفعہ اللہ الیہ قرآنی عبارت ہرگز مادی مفہوم نہیں رکھتی۔ یعنی یہ بات قطعاً درست نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر جسمِ خاکی کے ساتھ عیسائیوں کے نقطۂ نظر کے مطابق اٹھالیا۔ بلکہ اس آیت میں رفع کے معنی پناہ لینے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو نجات دیدی اور یہود کے شر سے بچالیا۔ جب آپؑ کو قبر میں رکھا گیا تو آپؑ کے شاگردوں نے راتوں رات آپؑ کو قبر میں سے نکال لیا۔ اور پوشیدہ طور پر آپؑ کا علاج کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؑ کی طبیعت بحال ہوگئی۔ آپؑ اس کے بعد مشرقی ممالک کی طرف بالکل محفوظ بلند ترین انسانی مقاصد کی تبلیغ کیلئے

ہجرت و کوچ کر گئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔
اس لئے اس جگہ رفع کا مطلب صلیبی موت کی ذلت کے خلاف جیسے
مجرموں کو قتل کیا جاتا ہے، عزت دینا اور اپنی پناہ میں لینا ہے۔ بعض مسلم
مفسرین نے اس کی جو تفاسیر کی ہیں وہ معقول منطق کی بجائے موہوم تفاسیر
ہیں اور ان کی لیاقتِ علمیہ ایک محدود دائرہ کے اندر گھوم رہی ہے۔

(المواہب ماہ مارچ ۱۹۵۵ء)

علامہ ڈاکٹر احمد زکی صاحب نے کمال جرأت اور دلیری سے وفاتِ مسیحؑ
کے متعلق اپنی صائب رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ آپ کی رائے جامع مانع ہے
آپ نے اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے
ہیں۔ نیز آپ نے یہ بتا دیا ہے کہ حیاتِ مسیحؑ کا مسئلہ دراصل عیسائیوں کا
مسئلہ ہے نہ کہ اسلام کا۔ آپ نے رفع کے معنی علمی انداز میں بڑی وضاحت سے
بیان فرمائے ہیں۔ اور اس کے ساتھ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی
اس تاریخی ہجرت کو بھی کھول کر بیان کر دیا ہے۔ جو انہوں نے صلیب کے واقعہ
کے بعد ملکِ شام سے مشرقی ممالک کی طرف کی تھی۔ جسے حضرت بانیٔ سلسلۂ
احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی مایۂ ناز اور شہرۂ آفاق تاریخی تصنیفِ منیف
"مسیح ہندوستان میں" میں مفصّل و مدلل طور پر بیان فرمایا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف علمی و ثقافتی حلقوں میں بڑی
پوزیشن کے مالک ہیں۔ اور کمال عزت و تکریم و تعظیم کی نظر سے دیکھے جاتے
ہیں۔ چنانچہ عربی کی مختصر انسائیکلو پیڈیا جو "المنجد فی الادب والعلوم"

کے نام سے معروف ہے۔ اس میں آپ کا فوٹو دے کر آپ کی عظیم شخصیت کا تعارف کرایا گیا ہے۔ پس آپ قابلِ صد مبارکباد ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی اس پیچیدگی کو حل فرما کر اُن کی صحیح رہنمائی فرمائی ہے۔ اُن کی یہ خدمت انتہائی طور پر قابلِ قدر ہے۔

مصر کے مشہور ادیب استاد عبّاس محمود عقّاد کی رائے

آپ کی ایک تاریخی کتاب "حیاة المسیح فی التاریخ وکشوف العصر الحدیث" دار الہلال کمپنی نے بڑے اہتمام سے وسیع پیمانہ پر شائع کی ہے انہوں نے اس کے شروع میں حضرت مسیح علیہ السلام سے متعلق جملہ تاریخی معلومات کا ذکر کیا ہے۔ اور مختلف تاریخی مراحل و مواقع کو علمی ترتیب دے کر آخر میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کے عصرِ حاضر کے اِس اہم ترین و عظیم الشان جدید انکشاف کا ذکر فرمایا ہے جس کا تعلق قبرِ مسیح علیہ السلام سے ہے۔ علّامہ موصوف رقم طراز ہیں :۔

ومن اخبار التاریخیّۃ خبر لا یصحّ اغفاله فی هٰذا الصّدد لانّه محلّ نظر کبیر وھو خبر الضریح الّذی یوجد فی طریق "خانیار" بعاصمة کشمیر ویسمّونه ھنالك ضریح النبیّ او ضریح عیسٰی۔ و روی "التاریخ الاعظمی" الّذی دوّن قبل مائتی سنة انّ الضریح لنبیٍّ اسمه یوس آسف۔ ویتناقل اھل کشمیر عن

اٰبائهم انّه قدم اِلی هذه البلاد قبل الفی سنةٍ۔"

(صفحہ ۲۱۳)

یعنی اس سلسلہ میں تاریخی خبروں میں سے ایک ایسی اہم اور عظیم الشان خبر بھی ہے جسے قطعاً نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ یہ خبر بہت ہی قابلِ توجہ اور لائقِ غور ہے اس خبر کا تعلق اس قبر سے ہے جو کشمیر کے دار الحکومت (سری نگر) محلہ خانیار میں واقع ہے۔ اس جگہ اس قبر کو نبی یا عیسیٰؑ کی قبر کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ "تاریخ اعظمی" جو دو سو سال قبل مدوّن ہوئی تھی۔ اس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ قبر اس نبی کی ہے جس کا نام "یوس آسف" تھا۔ اہلِ کشمیر اپنے آباء واجداد سے یہ بیان کرتے چلے آرہے ہیں کہ یہ نبی اس علاقہ میں باہر سے دو ہزار سال قبل تشریف لائے تھے۔"

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ عظیم الشان کامیابی و فتح ہے کہ وفاتِ مسیح علیہ السلام کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے دی گئی خبر کے مطابق آپؑ کی تحقیق ہی صحیح ثابت ہوئی۔ آپؑ نے علماء کو تحدّی کے ساتھ للکارا، اُن کے لئے انعام کا بھی اعلان فرمایا اور مسیحؑ کے عدم نزول کے متعلق چیلنج بھی دیا۔ مگر کوئی بھی اسے توڑ نہ سکا۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ انتہائی مخالفت کے بعد اب اہلِ علم و تحقیق اس کی تائید اور تصدیق کر رہے ہیں۔ اور نہ صرف کبار علماء و فضلاء و مشائخ و مشاہیرِ اسلام بلکہ دوسرے معزز محققین اور علمی ذوق و مطالعہ رکھنے والے اور اہلِ فکر اس بات کا اعتراف کر رہے

ہیں کہ وفاتِ مسیحؑ کے متعلق حضرت بانیٔ احمدیت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا نظریہ قرآنی، علمی وعقلی اور تاریخی حقائق کا حامل ہے۔ اور یہ کہ حیاتِ مسیحؑ کا نظریہ سراسر اسلام کے منافی اور اس کے لئے خطرناک طور پر مُضر ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ حضرت اقدس علیہ السّلام نے وفاتِ مسیح علیہ السّلام کے مسئلہ کی بے نظیر واقعاتی تحقیق پیش کر کے عالمِ اسلام پر خصوصًا اور عالمِ مسیحیت پر عمومًا احسانِ عظیم کیا ہے۔ جو لوگ تا حال اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ وہ مستقبل میں ضرور اس طرف آئیں گے۔ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور اس کی طرف سے مقدر ہے کہ وہ اس راز کو طشت از بام کر کے ہی چھوڑے گا۔ اور دُنیا کو حیاتِ مسیحؑ کے مشرکانہ عقیدہ سے نجات ملے گی۔ اور خدا تعالیٰ کی توحید کا ڈنکا ساری دُنیا میں بجے گا۔ مگر عوام النّاس اس راز کو نہیں سمجھتے۔

رابطۂ عالمِ اسلامی کی طرف سے شائع کردہ انگریزی ترجمۃ القرآن میں

عقیدۂ وفاتِ مسیح علیہ السّلام کا واضح اعلان

CF. 3:55 where God says to Jesus, "Verily I shall cause thee to die and shall exalt thee unto Me." The verb RAFA'AHU (Lit.) "he raised him" or "elevated him" has always,

whenever the act of RAFA (elevating) of a human being is attributed to God the meaning of "honouring" or "exalting". Nowhere in the Quran is there any warrant for the popular belief of many Muslims that God has "taken up" Jesus bodily to heaven. The expression that "God exalted him unto Himself" in the above verse denotes the elevation of Jesus to the realm of God's special grace — a blessing in which all prophets partake, as is evident from 19:57, where the verb RAFA'NAHO ("We exalted him") is used with regard to the prophet Idris. (See also Muhammad Abdohu in Al-manar III 316 f and VI 20 f) The 'nay' (bal) at the beginning of the sentence is meant to stress the contrast between the belief of the Jews that they put Jesus to a shameful death on the cross and the fact of

God's having 'exalted him unto Himself'

(Pp. 177 – 78)

ترجمہ :- "جہاں خدا تعالیٰ عیسیٰ سے خطاب کرتا ہے، بے شک میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں اس میں فعل رَفَعَہُ (لغوی طور پر اس نے اُٹھا لیا یا اس کا درجہ بلند کیا) آیا ہے۔ جہاں کہیں انسان کے رفع (کے لفظ کو) خدا کی طرف منسوب کیا جائے تو اس سے ہمیشہ بخشنا یا بلندیٔ درجات مراد ہوتی ہے۔ اکثر مسلمانوں کے اس عام عقیدہ کی کہ 'خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدِ عنصری آسمان پر اُٹھا لیا' قرآن کریم میں کسی جگہ بھی کوئی سند نہیں ملتی۔ آیت بالا کا یہ بیان کہ 'خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا' اس بات کی علامت ہے، کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے فضلِ خصوصی کے دائرہ میں شامل کئے گئے ہیں۔ یعنی اُس رحمتِ الٰہی میں جس میں سب انبیاء شریک ہیں۔ جیسا کہ سُورۃ ۱۹ آیت ۵۷ سے ظاہر ہے۔ (وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ ناقل) جس میں فعل رَفَعْنَاهُ (ہم نے اُس کا مرتبہ بلند کیا) حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو محمد عبدہٗ کی تفسیر المنار جلد سوم ص۳۱۶ حاشیہ اور جلد چہارم ص۲۰ حاشیہ) اس جملہ (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ ناقل) کے شروع میں بلکہ (بَلْ) کا لفظ یہودیوں کے اس عقیدہ کے مقابلہ میں کہ اُنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو ایک شرمناک صلیبی موت دی اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ خدا نے اُسے اپنا قرب عطا کیا۔" (صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸)

سعودی عرب کے مشہور مفسّرِ قرآن علامہ عبد الرحمٰن سعدی کی رائے

وہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے یہ عزت دی کہ آپ کے اصحاب دُنیا میں پھیل گئے۔ اُن کی زندگی میں اور اُن کی موت کے بعد"

(تفسیر المنان مطبوعہ مکہ شریف)

مسیح موعودؑ کا کسرِ صلیب
اور
اغیار کی طرف سے اعترافِ حقیقت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِسلام کی تائید میں بے نظیر لٹریچر پیدا کرکے عیسائیت کو شکستِ فاش دی۔ اس کا اغیار نے بھی برملا اعتراف کیا۔ چنانچہ اخبار وکیل امرتسر نے لکھا ہے:۔

"میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ میں اُن سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پُورا کر چکا ہے ہمیں دِل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اِس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوحِ قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھِر چکا تھا۔"

عیسائیت کے رعب و دبدبہ اور اثر و نفوذ کے متعلق لکھا ہے :-

"ساری مسیحی دُنیا اسلام کی شمع عرفانِ حقیقی کو سرِ راہِ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی۔ اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں، اور دُوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر بھی نہ تھے اور حملہ و مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔"

پھر لکھا ہے :-

"مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصّہ میرزا صاحب کو حاصل ہُوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیاب حملہ کی زد سے بچ گئے۔ بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا۔ .....

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرضِ مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایتِ اسلام کا جذبہ اُن کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے آنے والے مسیح موعود کے متعلق فرمایا ہے یکسِرُ الصَّلِیْبَ کہ اس کے کارہائے نمایاں میں سے ایک اہم و عظیم الشان کام کسرِ صلیب بھی ہوگا۔ چنانچہ آپؑ نے ہر طرح کسرِ صلیب کا کام کر دکھایا۔ عیسائیت کے عالمگیر اثر و نفوذ کے بعد آج حالت اس کے بالکل برعکس ہے۔ آج احمدیت کے سپاہی میدان کارزارِ تبلیغ اور دینی و رُوحانی جہاد میں ہمہ تن مصروفِ عمل ہیں۔ اور عیسائیت کے قلعوں پر دلائل کی گولہ باری کر رہے ہیں۔ اور وہ پسپا ہو رہی ہے۔ اس کی یہ پسپائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع ہو گئی تھی۔

لارڈ بشپ کی طرف سے خطرہ کا الارم

چنانچہ اس پسپائی کا حقیقی احساس اور پھر اظہار ۱۸۹۴ء میں آپؑ کی زندگی میں امرتسر والے مباحثہ کے بعد لارڈ بشپ آف گلاسٹر ریورنڈ چارلس جان اَف ایلی کوٹ نے اپنی کانفرنس میں کیا۔ اور بعد میں اُسے رپورٹ میں شائع کر کے دُنیائے عیسائیت کو ہوشیار کرنے کی ناکام کوشش کی۔ لکھا ہے کہ :-

> "اِسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں مجھے اُن لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں اسلام ایک نئے رنگ میں ہمارے سامنے آرہا ہے اور اس جزیرہ میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نمودار و نمایاں ہو رہے ہیں.... یہ اُن بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بناء پر محمدؐ کا مذہب ہماری

نگاہ میں قابلِ نفریں قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے
محمدؐ کو پھر دہی عظمت حاصل ہوتی جا رہی ہے۔ یہ نئے تغیرات
باآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی
نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا حامل بھی
ہے۔ افسوس ہے تو اس بات کا کہ ہم میں سے بعض کے ذہن
اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔"

یہ اقتباس بتا رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا مشن دُنیائے عیسائیت کے لئے ایک صاعقہ اور مجسّم خطرہ ہے اور اُن کی رُوحیں اس کی وجہ سے لرزاں و ترساں ہیں۔ کسرِ صلیب کے کام کے لئے آپؑ کا اپنی تصنیفات میں حضرت مسیح ابن مریمؑ کی طبعی وفات کا قطعی ثبوت پیش کرنا بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس کے دُور رس نتائج کو عیسائی اہلِ نظر دُور ہی سے بھانپ رہے ہیں۔

عیسائیوں نے برِّاعظم افریقہ میں وسیع پیمانہ پر اپنے عقائد کی تبلیغ جاری کر رکھی تھی۔ اور کثرت سے افریقن عیسائی ہو رہے تھے۔ اور عیسائیوں کو یہ یقین تھا کہ وہ برِّاعظم افریقہ کو نہایت آسانی سے عیسائی بنا لیں گے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی تائید سے احمدی مبلّغین کے وہاں پہنچنے پر لوگوں کی توجہ عیسائیت سے ہٹ کر اسلام کی طرف اس شدّت سے مائل ہو گئی کہ آج کا عیسائی مبصّر اپنی کامیابی کو نہایت مشکوک نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ ایک وقت مسٹر اے۔پی اٹربری (A.P. ATTERBURY) نے اپنی کتاب

"ISLAM IN AFRICA" میں لکھا تھا:۔

"Islam in Africa will be comperatively easy for Christianity".

"افریقہ میں اسلام کو نابود کرنے کا کام عیسائیت کیلئے آسان ہوگا۔"

لیکن ۱۹۵۶ء میں جب کہ احمدی مبلغین برِ اعظم افریقہ میں تبلیغِ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے تھے مسٹر لینڈن پی ہیرس (Mr. Lyndon P. Harries) نے اپنی کتاب "Islam in East Africa" "اسلام مشرقی افریقہ میں" میں لکھا:۔

"At the beginning of the present century Christian writers were asserting that Islam is nothing without political power and that for this reason Islam in Africa could not survive. No one can seriously believe this now. The chalenge remains, and indeed is more formidable because of the cross currents of political life."

ترجمہ:۔ موجودہ صدی کے ابتداء میں عیسائی مصنّفین یہ کہتے تھے۔ کہ اسلام سیاسی طاقت کے بغیر کوئی چیز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام افریقہ میں باقی نہیں رہ سکا۔ (لیکن) اب کوئی شخص اس بیان کو سنجیدگی سے ماننے

کے لئے تیار نہیں۔ یہ چیلنج اب بھی قائم ہے۔ اور بہ سبب اُن سیاسی تحریکوں کے جو قوموں کی زندگی میں پیدا ہو رہی ہیں پہلے سے زیادہ خوفناک صورت اختیار کر چکا ہے۔"

مسٹر ایس۔ جی ولیم سن آف یونیورسٹی کالج غانا (Mr. S. G. Williamson University College Ghana) اپنی کتاب "مسیح یا محمدؐ" "Christ or Mohammad" میں لکھتے ہیں:۔

"In Ashanti and the southern parts of Gold coast Christianity to the present time holds the advantage. But in some parts of the south, particularly along the coast, the Ahmadiyya Movement is making great gains. The popular hope that Gold Coast would soon become christian is in greater danger than we think ..... Numbers of educated young people have been attracted to the Movement.

That there is a challenge to the Chritian Church cannot be doubted.

It is not yet decided whether the cross or the Crescent shall rule over Africa".

ترجمہ:۔ "اشانٹی اور گولڈکوسٹ کے جنوبی علاقوں میں گو ابھی تک بہت سے حالات عیسائیت کے مؤید ہیں لیکن جنوب کے بعض علاقوں میں خاص کر ساحل کے ساتھ ساتھ احمدیت بہت ترقی کر رہی ہے۔ یہ جو عام خیال اور اُمید تھی کہ گولڈکوسٹ جلد عیسائی ہو جائے گا، اب پہلے سے زیادہ خطرہ میں پڑ گیا ہے۔ کافی تعداد نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کی احمدیت کی طرف مائل ہو چکی ہے۔

یہ حالات کلیسیا کے لئے بلاشبہ ایک چیلنج ہیں۔ یہ امر ابھی فیصلہ طلب ہے کہ افریقہ پر صلیب کی حکومت ہو گی یا ہلال کی"۔

غرضکہ ایک وہ وقت تھا جبکہ عیسائی ہندوستان، افریقہ اور عرب وغیرہ اسلامی ممالک کے متعلق اس رائے کا اظہار کر رہے تھے کہ وہاں اب کوئی دن میں عیسائیت کا طوطی بولے گا۔ مگر جب حضرت اقدس علیہ السلام کے مشن اُن ممالک میں دور دراز علاقوں میں پہنچ کر اسلام کے غلبہ کے اظہار کے لئے نکلے تو عیسائی دنیا کو اس امر کا برملا اظہار کرنا پڑا کہ یہ اُن کا خام خیال تھا۔ عیسائیت کی مزعومہ ترقی ہباءً منثوراً ہو کر رہ گئی ہے۔ اور اسلام کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ اور عیسائیت کو اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اور اب اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے مختلف تدابیر اختیار کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ کہیں تو اسلام کے ساتھ صُلح کرنے کے لئے سوچ رہی ہے۔ اور کہیں مخفی تدابیر کے ذریعہ سے

مسلمانوں کے اندر خفیہ طور پر گھس کر اُن کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے کوشاں ہے۔

بہر حال ان ممالک میں احمدیت کی مساعی اور رَو اور ترقی نے عیسائیت کے لئے ایک مستقل خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ اور موجودہ نسل اس کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ یہ حالات کلیسیا کے لئے یقیناً ایک چیلنج ہیں۔

ہمارے مسلمان بھائیوں کو سوچنا چاہیئے کہ جس تحریک نے اتنا بڑا عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا ہے وہ کس قدر اہمیت کی مالک ہے۔ پس حیاتِ مسیحؑ میں اسلام کی ممات اور وفاتِ مسیحؑ میں اسلام کی حیات کا راز مضمر ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی یہی مقدر ہے۔ دُنیا اس طرف آئے گی کہ عیسیٰ بیٹا مریم کا فوت ہو چکا ہے۔ اور اسلام کا نبی زندہ نبی ہے۔ اور اس کا خُدا زندہ خدا ہے۔ اور اسلام زندہ مذہب ہے۔ اور تحریکِ احمدیت اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی ضامن ہے۔

اسلام نے اس قدر کامیاب، پُر اثر اور وسیع محاذ قائم کر لیا ہے کہ عیسائیت اس کے سامنے خائف اور خائب و خاسر ہے اور اب وہ اپنا وجود و بقا قائم رکھنے کے لئے انتہائی طور پر کوشاں ہے۔ عیسائی کُھلے لفظوں میں اپنے تنزل و شکست اور اسلام کی ترقی و فتح کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ عیسائیت کی گرفت نہ صرف یہ کہ ڈھیلی ہو چکی ہے بلکہ اس کی چُولیں ہل رہی ہیں۔ اُلوہیتِ مسیحؑ۔ تثلیث۔ کفّارہ اور مسیحؑ کی طویل زندگی اور آئندہ کسی وقت آسمان سے نزول اب خواب و خیال سمجھے جانے لگے ہیں۔ اور وہ اُن کی دوبارہ آمد سے مُراد کلیسیا کی طاقت لینے لگ گئے ہیں۔ اسلام کا اثر و نفوذ دِن

بدن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ آج مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کی طرف سے اسلام کے کامیاب مشن قائم ہو کر غیر معمولی جدّ و جہد جاری ہے۔ قرآن کریم کے دیگر زبانوں میں تراجم ہو کر شائع ہو رہے ہیں۔ جن کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اور مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ مدارس و سکول اور کالج جاری کر کے اسلامی تعلیم کو رُواج دیا جا رہا ہے۔ عقائد کے لحاظ سے عیسائیت دن بدن پیچھے ہٹ رہی ہے۔ اور اسلام کے غلبہ اور شان و شوکت کا دِن قریب آ رہا ہے۔ اور مسلمانوں کے دلوں میں اس دن کے تصور سے ولولے پیدا ہو رہے ہیں اور وہ بھی کروٹ بدلنے کے لئے سوچ و بچار میں لگ رہے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں "تحریکِ جدید کے مشن" جس میں اس حقیقت کو خود عیسائیوں کے محققین کی آراء کے ذریعہ سے ثابت کیا گیا ہے۔

بلاشبہ اب ساری دُنیا میں عیسائیت کا دَم اُکھڑ چکا ہے اور اُس کے لئے چاروں طرف مشکلات ہی مشکلات درپیش ہیں۔ اور اُسے اپنا وجود برقرار رکھنا محال دکھائی دے رہا ہے۔ کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم کامیابیاں وفتوحاتِ دینیہ و ہر چہار طرف غلبات نیز جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی و شاندار علمی و عملی و اخلاقی و رُوحانی تاثیرات و زرّین کارناموں کے نتیجہ میں عیسائیت کے قلعہ پر شدید گولہ باری اور زلزلۂ عظیمہ اور سُرعتِ تنزّلِ اور مسیح کی اُلوہیت، ابنیت و خدائی سے شدید بیزاری کے لئے جماعتِ احمدیہ کے لٹریچر کو ملاحظہ فرمائیں۔ جس میں خود عیسائیوں کے اقوال و آراء و اظہارات اور بیانات سے یہ دکھایا گیا ہے کہ اِسلام اب عیسائیت

پر چاروں طرف سے غالب آرہا ہے ۔ اور عیسائیت اس کے مقابلہ میں شکست پر شکست برداشت کرنے پر مجبور ہو رہی ہے ۔ مَیں اس جگہ مزید دو حوالے پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں ۔

مسٹر والٹن کی طرف سے اسلام کے دباؤ کا احساس

برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائیٹی کے جنرل سیکرٹری مسٹر والٹن لکھتے ہیں :-

" یہ بات عین ممکن ہے کہ قریب مستقبل میں اسلام افریقہ کے ایک عوامی مذہب کی حیثیت سے عیسائیت کو شکست دیکر اس کی جگہ لیلے ۔ چرچ دُنیا کی رُوحوں کو جیتنے اور انہیں عیسائیت کا گرویدہ بنانے کی جدوجہد میں ناکام ہوتا جا رہا ہے ۔ اس لئے نتیجۃً اسلام عیسائیت سے بازی لے جائے گا "

جارج برنارڈ شا کی اسلام کی فتح و غلبہ کے متعلق پیشگوئی

موجودہ صدی کے مشہور مصنف جارج برنارڈ شا نے لکھا ہے کہ :-

" مجھے یقین ہے کہ ساری برطانوی سلطنت ایک قسم کا اصلاح شُدہ اسلام اس صدی کے اختتام پر قبول کرلے گی ۔ مَیں نے محمدؐ کے دین کو ہمیشہ بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے ۔ میرے نزدیک یہی مذہب بدلتے ہوئے زمانۂ حیات کے مقابل پر ایسی اہلیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے یہ ہر زمانہ کے لوگوں کو اپیل کرتا ہے دُنیا کو میرے

جیسے بڑے آدمیوں کی پیشگوئیوں کو بڑی وقعت دینی چاہیئے۔ اور مَیں نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ محمدؐ کا دین جیسا کہ آج کل یورپ میں قبول کیا جا رہا ہے ویسا ہی آئندہ بھی قبول کیا جائے گا۔ قرونِ وسطیٰ کے پادریوں نے یا تو جہالت کی وجہ سے یا تعصّب کی بناء پر محمدؐ کے دین کی نہایت تاریک تصویر کھینچی تھی۔ فی الحقیقت انہیں محمدؐ اور اُن کے مذہب سے نفرت کرنے کی ٹریننگ دی گئی تھی۔ اُن کے نزدیک **محمدؐ** یسوع کا دشمن تھا "

برنارڈ شا کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کیلئے دِلی تڑپ و تمنّا

"مَیں نے ان کی عظیم الشان شخصیت کا مطالعہ کیا ہے میری رائے میں وہ نہ صرف یہ کہ دشمنِ مسیح نہ تھے بلکہ وہ انسانیت کے نجات دہندہ تھے۔ میرا ایمان ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں محمدؐ جیسا اِنسان دُنیا کا ڈکٹیٹر یا آمر بن جائے تو وہ ہمارے زمانہ کی مشکلات کا ایسا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائے گا جس کے نتیجہ میں حقیقی مسرت اور امن حاصل ہو جائے "

سو خدا تعالیٰ نے برنارڈ شا کی خواہش کے مطابق عین ضرورت کے وقت اپنی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کامل خادم کو غلبۂ اسلام کے لئے کھڑا کر کے ایک انقلابِ عظیم کی بنیاد ڈال دی ہے۔ اور اب اصحابِ نظر برملا اس بات کا اظہار کرنے لگے ہیں کہ جس قسم کی نبوت کا دعویٰ حضرت بانیٔ احمدیّت علیہ السلام نے کیا

ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ اِسلام کے لئے سراسر رحمت۔ برکت اور افادی حیثیت کا حامل ہے ؛

یورپ میں انقلابِ عظیم = اِسلام کا گہرا اثر

(حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کا حقیقت افروز کلام) فرماتے ہیں :۔

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آگیا ہو کر مسیحؑ
خود مسیحائی کا دَم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اِس طرف احرارِ یورپ کا مِزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اَب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
ہر طرف ہر مُلک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انساں پرستی کو کوئی عِزّ و وقار
آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دِل ہمارے ساتھ ہیں گو مُنہ کریں بک بک ہزار

عظیم الشّان پیشگوئی

اِسلام کا شاندار مستقبل

آخری اور کامل غلبہ کے دِن

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں :-

”خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دیگا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا ۔ اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائیگا ۔ اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کر دیگا ۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر معرفت میں کمال حاصل کرینگے کہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے ۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی ۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھیگا اور پھُولیگا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائیگا ۔ بہت سی روکیں پیدا ہونگی اور ابتلاء آئیں گے ۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھا دیگا ۔ اور اپنے وعدہ کو پورا کریگا ۔ اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے برکت پر برکت دُوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے ۔

سو اَے سُننے والو ! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پُورا ہو گا ۔“

(تجلّیاتِ الٰہیہ صفحہ ۲۱)

پھر فرماتے ہیں :-

"اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اُس خدا کی پیشین گوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی جماعت کو تمام مُلکوں میں پھیلائیگا۔ اور حجت اور بُرہان کی رُو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دِن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ دیکھا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اِس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ ..... ابھی تیسری صدی آج کے دِن سے پُوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہوکر اس جھُوٹے عقیدہ کو چھوڑدیں گے۔ اور دُنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ مَیں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھُولے گا۔ اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"۔

(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۴-۶۵)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خاکسار

محمد ابراہیم قادیانی

قادیان

۶۷-۵-۱۲

مطبوعہ: جے ہند پرنٹنگ پریس نہرو گارڈن روڈ جالندھر شہر